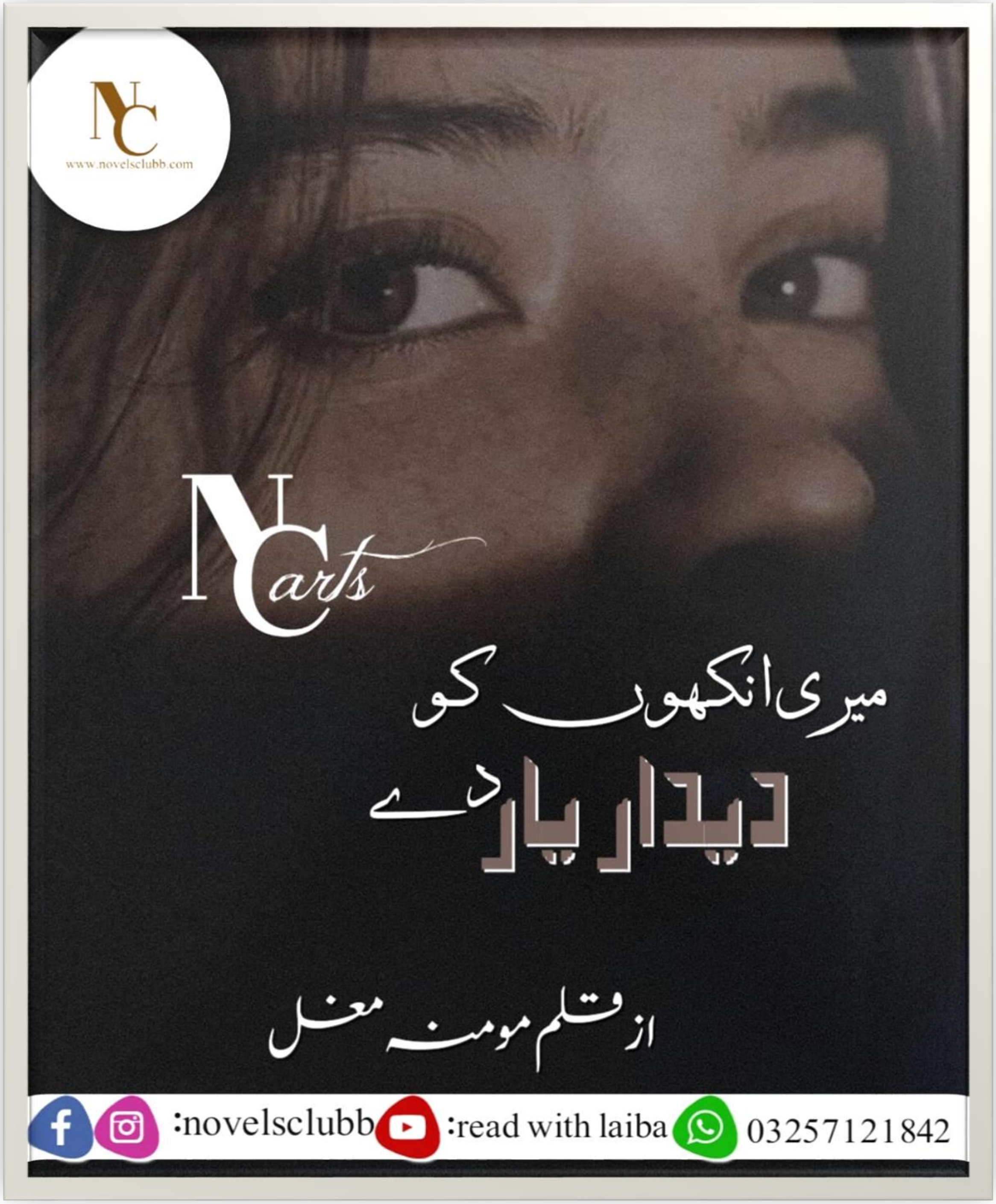
www.novelsclubb.com
NC arts
میری انکھوں کو
دیدار یار دے
از قلم مومنہ مغل
:novelsclubb
:read with laiba
03257121842

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول،افسانہ،شاعری،ناولٹ،کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک،انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842

میری آنکھوں کو دیدارِ یار دے

از قلم

مومنہ مغل

www.novelsclubb.com

کچھ سفر اتنے خوبصورت اور حسین ہوتے ہیں کہ ہم منزل کی پرواہ کیے بغیر اس راہ میں قدم رکھ دیتے ہیں یہ جانے بغیر کے جس سفر کا آغاز اتنا خوبصورت ہے اس کی منزل کیا ہو گی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

کچھ کہانیاں ادھوری ہو کر بھی ہمیشہ مکمل رہتی ہے۔ عشق اور دیوانگی نام ہی ان چیزوں کا ہے۔

زندگی سفر ہے لاحاصل سے حاصل تک کا

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

یا پھر حاصل سے لاحاصل تک کا سفر

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

کسی کو پالینا محبت نہیں ہمیشہ اس کے دل میں زندہ رہنا محبت ہے۔

یہ کہانی تین کردار کے گرد ہے ایک عروش حیدر مغل، تابش امجد مرزا اور نازو

عروش مغل :

خود میں گم، زندگی سے پیار کرنے والی، والدین پر جان نچھاور کرنے والی، اپنی ذات میں رہنے والی، سب سے منفرد، باہر کی دنیا سے انجان اپنی دنیا میں مگن، چاند کو ہم راز بنانے والی۔ جب حقیقت سے اس کا سامنا ہو گا تو تقدیر کے رنگ میں ڈھل جائے گی۔

تابش مرزا :

اس کی نظر میں زندگی گھومنے پھیرنے، دوستوں کے ساتھ انجوائے، ہر چیز کو حاصل کر لینا، لاحاصل کیا ہوتا ہے تابش کو کبھی اس چیز کا احساس ہی نہیں ہوا پیسے کے بل میں ہر چیز آپ کے پاس۔

نازو :

دوستی کی اعلی مثال، ہر راز کو دل میں دفن کرنے والی، عروش مغل کے لیے جان

دینے والی، زندگی کے ہر رنگ کو صرف عروش مغل کی طرز سے دیکھنے والی۔اس بات سے انجان زندگی کس دہرائے میں لے آئے گی یہاں عروش کا ساتھ ہاتھ سے چھوٹ جانا ہے۔

\---

\---------

لاہور-------------------------------

منظر ایک ہسپتال کا----------------------

معمول کے مطابق چہل قدمی ہو رہی تھی-------کسی کو ہسپتال سے ڈسچارج کیا جا رہا تھا---------کوئی ڈاکٹر مسیحا کی طرح مریضوں کی خدمت خلق کر رہے-------------کسی کو زندگی چھین جانے کی نوید سنائی جا رہی تھی----------اس افراتفری کے عالم میں ایک جوڑا کوریڈور میں موجود چیئر میں بیٹھے ہاتھوں میں تسبیح تھامے اللہ کے حضور کسی دعا کی قبولیت کو کن فیکون

www.novelsclubb.com

کی راہ میں گامزن کرنے میں مصروف تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

انکے ساتھ دس سالہ بچی سب سے بے خبر ہاتھوں میں چاکلیٹ لیے اس کو کھانے میں مصروف تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کبھی نگاہ اوپر کرتی بھیڑ کو دیکھتی۔۔۔۔۔۔۔۔ کبھی اپنے ماں باپ کو جن کی آنکھیں اشک بار تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔پر ابھی وہ معصوم یہ سب جاننے سے بے خبر تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ معصوم سی جان ان سب سے بے خبر اپنی ہی دنیا میں مگن تھی کبھی موبائل میں کارٹون دیکھنے میں مصروف ہوتی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کبھی کھانے میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اتنے میں ایک نرس نے مسٹر حیدر کو آواز دی مسٹر حیدر نے نرس کو دیکھنے کی بجائے ایک نگاہ اوپر ڈالی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔زمین میں جو کچھ نہیں ہو سکتا وہ آسمان والا کرتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایک مدر کی نگاہ ڈالے نرس کے پیچھے چل دیے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مسسز حیدر نے انکو جاتے دیکھا۔۔۔۔۔۔۔ساتھ ایک اشک نگاہ اپنی کل دنیا میں ڈالی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جو اپنے آپ میں مگن اور ان سے ناراض

بیٹھی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ہمت کرتے مسٹر حیدر نے ڈاکٹر کے کیبن کا ڈور کھولتے اندر داخل ہوئے

۔۔۔۔۔۔۔۔۔ڈاکٹر ان کو دیکھا بیٹھنے کا اشارہ کیا چہرے میں مسکراہٹ سجائے

پیشوارنہ بات چیت میں مصروف ہو گیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

مسٹر حیدر جس پریشانی اور اداسی میں اندر گئے تھے نکلتے وقت اس کے چہرے میں

لاکھوں سکون اور اطمینان تھا جیسے پوری کائنات کا خزانہ لوٹ آئے ہیں۔

مسکراہٹ سجائے وہ مسز حیدر کے پاس آئے ان کے چہروں میں سکون دیکھتے

انہوں نے وہاں شکرانے کا سجدہ کیا۔۔۔۔۔۔

www.novelsclubb.com

عروش کا ہاتھ تھامے تینوں ہسپتال سے باہر کی جانب بھرے۔ پچھلے کچھ سال سے

وہ ایک عجیب سی کشمکش میں مبتلا ہو گے تھے اور اس کا حل بھی ان کے پاس موجود

نہیں تھا دل کہتا تھا کہ وہ شخص جو کہہ کر گیا ہے سب سچ ہے مگر دماغ ایک الگ ہی

جنگ میں نکل پڑتا تھا جو سمجھ سے باہر ہی۔

کچھ سال پہلے :

آج عروش کا پہلا دن تھا دونوں خود اس کو سکول چھوڑنے گئے۔ واپس جب دونوں عروش کو لینے جا رہے تھے پہلے سے ہی عروش گیٹ میں کھڑی اپنے ماں، باپ کو آتا دیکھ کر ان کی جانب بھرنے لگی۔ ایسی افراتفری میں عروش کسی سے ٹکرائی اگلے شخص نے اسے گرنے سے بچایا اتنی دیر حیدر صاحب بھی آ گے۔ حیدر صاحب نے اگلے شخص کو تھینکس کہا اور اپنا ہاتھ آگے بھرایا۔

سامنے والے نے خوش دلی نے بھرے ہوئے ہاتھ کو تھام کر سلام کا جواب دیا وہ کوئی پچاس سالا مرد، سفید شلوار قمیض میں ملبوس، نفاست سے بال سیٹ کیے ہوئے، چہرے میں مسکراہٹ سجائے کوئی پراسرار سا لگ رہا تھا۔ حیدر صاحب سلام ودعا کرتے عروش کو لیے جیسے ہی مڑے ایک آواز نے حیدر صاحب کو مڑنے میں مجبور کر دیا. یہ جی نہیں پائے گی یہ الفاظ نہیں بلکہ انہیں ایسا لگا جیسے ان کی سماعتوں میں گرم سیسہ پھگلا کر ڈال دیا گیا ہے۔

انہوں نے حیرانی نے سامنے کھڑے شخص کی طرف دیکھا جس نے دونوں ہاتھ سینے میں فولڈ کیے ہوئے تھے اب پہلے جیسی مسکراہٹ اور سکون بھی ان کے چہرے میں نہیں تھا گویا وہ مذاق نہیں کر رہا۔وہ شخص فاصلہ سمیٹے حیدر صاحب کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا۔ عروش کی قسمت کا ستارا بہت ہی روشن ہے پر ایک جان لیوا مرض میں مبتلا ہو جائے گی جس کا علاج اس جہاں میں ممکن نہیں۔

ایک غلطی کر بیٹھے گی. ماں باپ کی بڑی تابعدار رہے گی. عروش کے سر پر پیار دیتا وہ اجنبی شخص واپس پلٹ گیا۔پر جاتے جاتے ان دونوں کو عجیب کشمکش میں مبتلا کر دیا دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا جس جان لیوا مرض کی بات کر رہا تھا وہ۔جب حیدر صاحب سنھبالے اپنے سوالات کے جوابات پانے کے لیے ادھر ادھر اس اجنبی کو تلاش کیا مگر وہ جا چکا تھا

خود کو نارمل کرتے واپس کار کی طرف پلٹے مسز حیدر بھی اس اجنبی کی بات سن کر پریشان سی ہو گی۔

اس بات کو گزرے پانچ سال ہو گے تھے مگر وہ دونوں یہ بات دل ودماغ سب نکال ہی نہیں سکے تھے جتنا اس بات کو بھلانے کی کوشش کرتے اتنا ہی وہ بات یاد آتی نہ ہی اس اجنبی شخص سے دوبارہ ملاقات ہوئی

وہ کون تھا کہاں سے آیا؟

ایک پراسرار سی خاموشی چھوڑ گیا تھا

ایک ڈر بیٹھا کر چلا گیا تھا۔

بہت ڈھونڈنے کے بعد بھی وہ کہی نہیں تھا اب تک صرف اس کی باتوں نے دل ودماغ میں اپنا نقش چھوڑ دیا تھا۔

کیا تھی عروش حیدر مغل کی قسمت

کون سی جان لیوا بیماری میں اس نے مبتلا ہونا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ان گنت سوالات

جس کا جواب کسی کے پاس بھی نہیں تھا۔-------------------------

اپنے ڈر کو ہارنے کے لیے حیدر صاحب اس کی صحت کے بارے میں بہت زیادہ محتاط ہو گئے۔---------------------

----

خواب گاہ کمرے کا ماحول۔۔۔۔۔۔چار سو اندھیرے میں ڈوبا ہوا کمرہ، روشنی کا نام ونشان بھی موجود نہ تھا۔---------جب کہ باہر کا منظر کچھ یوں تھا

------سورج پوری آب وتاب سے روشن، ہر سو اپنی روشنی بکھیر رہا تھا

دروازہ ناک کرنے والا اپنے ہاتھوں کو دبانے لگ گیا مگر مجال ہے کمرے کے اندر

وجود میں ذرا سی بھی جنبش پیدا ہوئی ہو اس کی نیند ایسی تھی جیسے مُردوں سے شرط لگا کر سوئی ہو۔۔۔۔۔۔۔۔یا پتا نہیں کتنا بڑا ابزنس سنبھالے سکون کی نیند کبھی کبھار نصیب ہوئی ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

نازو دوری دوری کچن میں آئی سانس پھولا ہوا ڈائیننگ ٹیبل میں موجود بیگم صاحبہ کے پاس سر جھکائے کھڑی ہو گئی بیگم جی عرو نے ابھی تک دروازہ نہیں کھولا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔میں پورے آدھے گھنٹے سے وہاں کھڑی رہی مگر مجال ہے اندر سے کوئی آواز آئی ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔معصومیت سے کہتی اپنے دونوں ہاتھ بھی دکھائی جو ان کی لاڈلی کی وجہ سے سرخ ہو گے تھے مگر مجال ہے ان کی لاڈلی کے وہ اٹھ جائے جلدی۔۔۔۔۔۔۔۔یہ اس کا روزانہ کا معمول تھا

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

نصرت بیگم نے ایک شکوہ کن نگاہ اس کے ہاتھوں میں ڈالی دوسری ناراض نگاہ سامنے۔وجود شخص میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

جس نے فوراً گھبرا کر اپنا منہ اخبار کے اندر چھپا لیا ایک پر مسرت سی مسکراہٹ حیدر صاحب کے چہرے میں آئی۔ان کی لاڈلی ہمیشہ خود بچ کر ان کو مشکل میں ڈال دیتی تھی۔ہر الزام ان کے سر ہی آتا کہ انہوں نے اپنی لاڈلی کو اتنا بگاڑ رکھا ہے۔

چشمہ اتار کر میز میں رکھ کر ساتھ اخبار بھی فولڈ کر کے،ایک پر سکون مسکراہٹ سامنے اپنی شریک حیات میں ڈالتے اوپر کی جانب دیکھا مطلب ابھی بھی ان کی لاڈلی سنہرے خوابوں میں کھوئی ہوئی ہے۔اپنے سر کو ہلکا سا خم کرتے نازو کو اشارہ کیا۔نازو جیسے اشارے کے ہی انتظار میں تھی۔اشارہ ملتے ہی انٹر کام سے فون کرنے لگ گئی یہ بھی ان کی لاڈلی کو اٹھانے کا ایک طریقہ تھا۔

سیل کو سوئچ آف کر کے سوتی تھی۔اس لیے کال کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔مگر انٹر کام بیڈ سے کچھ فاصلے میں رکھا ہوا تھا۔جس کا مسلسل بجنا ان کی لاڈلی کی نیند میں خلل ڈالنے کا باعث بنے۔

مسلسل فون کی آواز سن کر جہازی نما بیڈ میں موجود وجود نے کسمسا کر آنکھ کھولی۔

www.novelsclubb.com

آنکھوں کو مسلتی، بال جو گردن سے کمر تک پھیلے ہوئے تھے بالوں کو سیٹ کرتی کیچر میں قید کرتی۔ہاتھ میں سیل فون تھامے بیڈ سے اٹھی۔فون میں مسلسل بیل ہو رہی تھی مگر وہ سکون سے اپنے کام میں مصروف تھی۔ سیل کو آن کرتی۔انٹر کام کی طرف بھری انٹر کام ابھی بھی بج رہا تھا ریسیور کو اٹھا کر کان میں لگایا مگر دوسری جانب سے ریسیور رکھ دیا گیا اگر ایک سیکنڈ کی بھی تاخیر ہو جاتی تو نیند کے خراب ہونے کا سارا ذمہ بچاری نازو کے معصوم سے کندھوں میں آتا.

اپنی جان بال بال بچ جانے میں نازو نے شکر کا کلمہ پڑھا.جا کر صاحب اور بیگم کو عرو کے اٹھنے کی خبر دی.اس پورے پروسیس میں آدھا گھنٹہ لگ گیا تھا۔حیدر صاحب نے ایک نگاہ اپنی واسٹ واچ میں ڈالی آج ان کی میٹنگ تھی اور انہیں لیٹ ہو رہا تھا مگر یہ بھی طے تھا کہ وہ اپنی لاڈلی کے بغیر ناشتہ کیا آفس بھی نہیں جا سکتے۔ مسز حیدر نے بھی ایک نگاہ گھڑی کو دیکھا۔مسز حیدر خود اٹھتی نازو کے ساتھ ناشتہ رکھنے میں مصروف ہو گی۔

سیل آن ہونے کا ویٹ کرتی ایک سر سری سی نگاہ سامنے کلاک میں ڈالی مگر کلاک نے بھی آج قسم کھائی تھی کہ وہ دوبارہ دوسری نگاہ اس میں ڈالے۔کلاک میں ٹائم دیکھتی دوبارہ آنکھیں مسلی، نیند کا تو اب نام و نشان ہی غائب ہو گیا تھا، کلاک نو بجا رہی تھی، مطلب 30 منٹ بعد اس کا ٹیسٹ تھا اور وہ سکون فرما رہی تھی، سیل کو بیڈ پر پھینکا۔

وارڈروب سے ایک ڈریس لیا اور شاور لینے چلی گئی، شاور لینے کے بعد جلدی سے اپنے بالوں کا ڈرائے کیا۔پستہ کلر کا سٹالر پکڑتی اپنے حجاب کو سیٹ کیا۔پانچ سے دس منٹ کے اندر نیچے ڈائنگ ٹیبل میں موجود تھی۔اسلام علیکم ! کہتی کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی، عروش کو دیکھ کر دونوں کے چہروں میں مسکراہٹ پھیلی۔ان کی کل کائنات عروش تھی،ان کا واحد سہارا، جینے کی وجہ۔

نازو ہاتھ میں فریش جوس کا گلاس پہلے سے ہی لیے کرسی کے ساتھ کھڑی تھی۔

گلاس عروش کو پکڑتی دوسرے کام میں لگ گئی۔ کھا جانے والی نظروں سے عروش

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

نے نازو کو دیکھا، اگر اٹھانے کی کرنی ہی تھی تو آدھے گھنٹے پہلے ہی اٹھا دیتی، سارا غصہ اپنے لہجے میں سموئے نازو سے مخاطب ہوئی، عرو مجھ معصوم پر تھوڑا سا رحم کرے اپنے ہاتھوں کو ہوا میں ہلا ہلا کر کہا جو ابھی تک سرخ مائل تھے۔

عروش نے نازو کی بات کو نظرانداز کر کے جوس کا سپ لیا۔جوس کا گلاس ختم کر کے ہاتھ میں سینڈوچ لیے میز سے اٹھی۔ماں باپ کے گلے لگتی،ماتھے میں بوسہ دیتے باہر کی جانب بھر گئی۔بیگ کا کبھی بھی عروش کو ہوش نہیں ہوتا تھا، یہ کام بھی نازو کے ذمے تھا، عروش کا بیگ گاڑی تک پہچانا۔

کار کے پاس آتے نازو کو گلے لگایا۔ہمیشہ کی طرح غصے ٹھنڈا ہونے پر نازو کے ہاتھوں کو چوما جو اس کی وجہ سے سرخ ہو گئے تھے. عرو کو دیکھ کر نازو کی مسکان اور بھی زیادہ گہری ہو گی وہ ایسی ہی تو تھی جلد غصہ کرنے والی،

تھوڑی نہیں تھوڑی زیادہ ضدی

اور جذباتی سی۔

اور نازو کا نیچر عروش سے بالکل مختلف تھا

ایسا کوئی دن نہیں گزرا تھا جب عروش حیدر مغل نازو سے ملے بغیر یونی جائے۔

****

نازلی کا اس گھر سے نہ تو خون کا رشتہ تھا نہ ہی کوئی خاندانی رشتہ۔اس کا حیدر ہاؤس کے رہنے والے مقیم سے دل،احساس، محبت کا رشتہ تھا۔اس رشتے کے ناتے وہ بچپن سے ان کے گھر رہ رہی تھی جس طرح عروش اہم تھی اس طرح نازلی۔ دونوں میں کوئی فرق نہیں رکھتے تھے حیدر صاحب اور ان کی مسز۔

نازلی ان کے ڈرائیور کی بیٹی تھی۔نازلی کی ماں کا انتقال بہت پہلے ہی ہو چکا تھا۔جب نازلی آٹھ سال کی ہوئی تو رفیق کی بھی ڈیتھ ہو گی۔اس کے بعد وہ اپنی چاچا، چچی کے پاس رہتی تھی۔

ہر ماہ اس کے چاچا کو نازلی کی دیکھ بھال کے لیے رقم حیدر صاحب سے مل جاتی۔

جس کی وجہ سے انھوں نے نازلی کو اپنے ساتھ رکھا ہوا تھا۔

جب سر سے ماں باپ کا سایہ اٹھ جائے تو ایک پل میں خونی رشتوں کی اصلیت بھی سامنے آجاتی ہے۔ ہمیں جن رشتوں میں بڑا بھرم ہوتا ہے ایک پل میں سب بھرم تہس نہس ہو جاتا ہے۔

ایک دن حیدر صاحب نے خود گاؤں جانے کا فیصلہ کیا۔ کہ وہ رفیق کی بیٹی کو دیکھ آئے۔ چاہ ماہ ہو گئے تھے رفیق کی ڈیتھ کو ایک بار بھی حیدر صاحب نے چکر نہیں لگایا تھا۔

ان کے ہوش میں بھی نہیں تھا کہ اس معصوم کے ساتھ اتنا برا سلوک ہوتا ہو گا۔ گلابی چہرے میں نازلی خود کسی گلاب کی طرح لگ رہی تھی۔ آنکھوں میں ڈھیر سارے آنسو۔ شکوہ کرتے لبوں سے وہ اپنی ماں کو پکار رہی تھی یہ حقیقت ہے کہ انسان کو جب بھی تکلیف ہوتی ہے یا خوشی ہوتہ ہے اس کی زبان سے پہلا لفظ جو ادا ہوتا ہے وہ صرف ماں ہوتا ہے۔

شکوہ کرتے لبوں سے، گھر کی چوکھٹ میں بیٹھی ملے کپڑے زیب تن کیے۔ آنسو

سے گلابی گال بھیگ گئے تھے۔ حیدر صاحب کچھ وقت کے لیے سکتے میں چلے گئے

۔کیسے وہ اس معصوم سے بے خبر ہو سکتے ہیں؟

کیا صرف ان کی اتنی سی ہی ذمے داری تھی کہ پیسے بھیج سکے۔ ابھی وہ یہ سوچ رہے ہی تھے کہ اندر سے کسی عورت کے چلانے کی آواز آنا شروع ہو گی۔

وہ اونچی اونچی آواز سے نازلی کو پکار رہی تھی۔ تمہارے ماں، باپ جانے سے پہلے پتا نہیں کون سا غذاب ہمارے سروں پر چھوڑ گئے ہیں۔ آوازیں دیتی وہ عورت دروازے کی چوکھٹ تک آئی۔

نازلی کو بالوں سے پکڑے اندر کھینچ رہی تھی کہ کسی مضبوط ہاتھوں نے نازلی کو ان کے قہر سے محفوظ کیا. کچھ لمحے وہ عورت ساکت رہی جب بات سمجھ آئی تو فوراہاتھ نازلی کے بالوں میں نرمی سے پھرنے لگ گئی۔

اس دن کے بعد نازلی حیدر ہاؤس کی فرد بن گئی۔ جو چیز عروش کو ملتی نازلی کا بھی اس میں اتنا ہی حق ہوتا. نازلی چار مہینے کی اذیت اور تکلیف کے لمحات کو اپنی زندگی سے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

نکال ہی نہیں سکی. اسے لوگوں کے درمیان جانے سے گھبراہٹ سی ہوتی۔

سکول ختم ہونے کے بعد باقی تعلیم پرائیوٹ حاصل کی۔

نازلی اور عروش میں تین سال کا فرق تھا نازلی تین سال بڑی تھی۔ مگر عروش نے اسے کبھی بھی آپی نہیں کہا۔ حیدر صاحب کے لاکھ منع کرنے کے باوجود وہ تو اس کی نازو تھی۔

نازو نے زندگی کو صرف عروش کے مطابق جیا۔ عروش نے کہا یہ ایسا تو نازو نے آنکھ بند کر کے مان لیا.

دونوں کے مزاج میں زمین آسمان کا فرق تھا۔

عروش کو چاکلیٹ پسند۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔نازو کو بھی

عروش کو رات گے جب بھوک لگنی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔نازو نے اٹھ کر اسے سنیڈوچ بنا کر دینے۔

نازو کو بارش نہیں پسند تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مگر عرو کو تھی تو مطلب اسے بھی

www.novelsclubb.com

خود سے زیادہ پسند۔

زندگی وہ دونوں ایک دوسرے کے سنگ جیے رہے تھے اچھے دوست بن کر

بہن بن کر

ساتھی بن کر

دوست بن کر

ہر چھوٹی سی چھوٹی بات ایک دوسرے سے شئیر کرنا۔ایک دوسرے کے بغیر ایک

لمحہ بھی نہیں گزرتا تھا دونوں کا.

ایک بات پر دونوں کی جی جان سے لڑائی ہوتی مگر اس بات کو آج تک نازو نے بھی

نہیں مانا تھا یہ واحد بات تھی جیسے نازو نے رد کیا تھا۔

عروش کے مطابق اسے بھی حیدر صاحب اور مسز حیدر کو ماما، پاپا کہنا چاہئے مگر نازو

نہیں کہتی تھی۔

اس کے خیال کے مطابق عرو کی ہر چیز پر وہ حق جما سکتی ہے مگر یہ صرف عروش کا

ہی حق ہے۔

وہ دونوں کو اپنے ماں، باپ سے بھر کر سمجھتی تھی۔ان دونوں کی وجہ سے ہی زندگی کی تاریکیوں سے نکل کر ہی جان پائی کہ ہر شخص آپ کی بے لوث محبت بغیر کسی غرض کے کر سکتا ہے۔

ان دونوں کی وجہ سے ہی وہ عرو سے ملی۔ایک ایسا رشتہ بنا عرو سے کے وہ خود کو تو بھول سکتی تھی مگر عرو کو کبھی نہیں۔

اس کی ہر خوشی اپنی خوشی سے بھر کر ہوتی۔

پر قسمت کا کیا پتا جس رشتے پر دونوں کو اتنا مان ہے وہ رشتہ کب کسی تیسرے کے آنے سے کھو جائے۔

جہاں لفظ دوستی کو اتنا معتبر رکھا جا رہا ہے۔وہاں حقیقت بدل جائے گی۔

تقدیر، قسمت کے انجام سے باخبر ایک دوسرے کے سنگ زندگی کے یہ پل بھرپور طریقے سے جیے رہے تھے۔آنے والے وقت سے لاتعلق۔

اسلام آباد :

دو نقاب پوش ----------- ایک گھر کے خدوخال کا تفصیلی جائزہ لے رہے

تھے ----------- ساتھ ایک دوسرے سے بات بھی کر رہے تھے

----------- بلیک ڈریس میں مبلوس ----------- اپنے آپ کو

اچھے سے کور کرتے ----------- ایک نگاہ چاروں اطراف دیکھتے

----------- رات کے بارہ بجے گیٹ کو پھلانگتے

----------- ایک نگاہ چوکیدار کی طرف دیکھا -----------

جو گن تھامے مزے سے خراٹے لے رہا تھا ----------- ایک وجود آگے

بھر کر شرارت کرنے لگا ----------- جب کے دوسرا وجود اس کا ارادہ

بھانپتے ----------- اسے اپنی طرف پش کیا ----------- گھوری سے نوازتا

----------- دونوں ایک دوسرے کی رہنمائی میں آرام آرام سے اندر

قدم رکھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اتنے آرام سے قدم رکھ رہے تھے

جیسے زمین میں ماربل نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔پھول بچھائے ہوں

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہال کا جائزہ لیتے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔سائیڈ میں

بنی سڑھیوں کی طرف آنکھوں سے اشارہ کیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔دونوں ہم

قدم آگے بھرے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جیسے ہی وہ اپنے مطلوبہ روم تک پہنچے

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔دروازہ کھولنے ہی والے تھے کہ ایک وجود کے کندھے میں

کسی کا ہاتھ محسوس ہوا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔یار میں نے تمہیں کتنی دفعہ کہا ہے

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔میرے ساتھ فضول میں کوئی شرارت نہیں کرا کر

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

دوسرا وجود منہ کے زاویے بنا کر پہلے والے کو دیکھ رہا تھا

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کہ میں نے اب تو کوئی شرارت بھی نہیں کی

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔دونوں نے لڑ کر جب واپس دیکھا

------------------------تو سامنے والے شخص کو دیکھ کر دونوں کے ہاتھوں

میں تھامے ہتھیار گرنے ہی والے تھے------------------------کہ

سامنے والے شخص نے پکڑ کر ان کے ہاتھوں میں پکڑائے

------------------------اشارہ ملتے ہی دونوں روم کی طرف

بھرے------------------------

روم میں اس وقت فل اندھیرا تھا------------------------اس اندھیرے کو

چاند کی روشنی نے چاندنی بخش رہی تھی------------------------اپنے ہتھیار

کا استعمال کرتا پہلے وجود نے میں نیم دراز وجود پر پہلا اٹیک

کیا------------------------دوسرے نے بھی پہلے کی پیروی کی

------------------------بیڈ میں سویا وجود اچانک اس حملے کے لیے بالکل بھی

تیار نہیں تھا------------------------جلد ہی جب ساری بات اس کی سمجھ میں

آئی------------------------سامنے دروازے کے پاس کھڑے اپنے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

باپ کو دیکھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

جس کے چہرے میں فاتحانہ سمائل تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

مطلب جتنا وہ اپنے باپ کو تنگ کرتا ہے آج انہوں نے ان دونوں کی صورت میں

بدلا لے لیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔امجد صاحب دونوں بازو کو سینے

میں فولڈ کیے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کھڑے مسکرا رہے تھے ان کی مسکراہٹ

اور بھی گہری ہو گی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جب تابش کو زچ ہوتے دیکھا

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کچھ سیکنڈ میں ہی پورا کمرہ میدان جنگ بن گیا

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔پہلے صرف تابش کو گیلا کیا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اب تینوں بھی گیلے ہو گئے۔

اس سے پہلے امجد صاحب بھی ان تینوں کا شکار ہوتے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کسی

رعب دب دبے والی آواز چاروں کے کانوں سے ٹکرائی۔۔سب اپنی اپنی پوزیشن

میں مجمند ہو گے۔پہلا وجود کے ہاتھوں میں تابش کا گریبان تھادوسرا وجود اسے انکل کے پاس جانے سے روک رہا تھا۔تینوں سیڈھے ہو کر کھڑے ہو گے۔امجد صاحب کے چہرے سے بھی مسکراہٹ چلی گئ۔اب صرف مسکراہٹ تھی تو تابش امجد مرزا کے لبوں پر.

ماما آپ دس منٹ پہلے آجاتی انہوں نے یہ دیکھے میرا کیا حال کر دیا ہے.تابش دونوں کے پاس سے نکالتا اپنے ماں کے پاس گیا.وہ تابش کو لے کر کچھ ایکسٹرا ہی پوزیسیو تھی۔

آپ کے اکلوتے شوہر بھی ان دونوں کے ساتھ ملے ہوئے ہیں.امجد صاحب نے ایک گھوری تابش کو دیکھا کہ یار باپ ہو تمہارا

آنٹی ہم کیا کرتے کب سے تو آپ کے لاڈلے کو فون کر رہے تھے.تو اب ہمارا بھی دل کر رہا تھا اسے تنگ کرنے تو جب دیکھوںی ہمارے پیچھے پڑا رہتا ہے۔تابش فرش ہونے چلا گیا.پیچھے امجد صاحب،رقیہ بیگم ،حسن اور مزمل رہ گئے.

ان تینوں کی بچپن سے گہری دوستی تھی اور ابھی تک یہ دوستی برقرار تھی۔ سکول، کالج، یونی تک کا سفر تینوں نے ایک دوسرے کے سنگ گزارا۔ ہر موسم کو اکھٹے جھلا

۔

دوستی کی یہ ڈور وقت کے ساتھ مضبوط سے۔ ضبوط ہوتی چلی گئی۔

فریش ہو کر جب تابش جب ہال میں آیا تو ہال میں صبح کا سماں تھا۔ حسن اور مزمل کے ہاتھوں میں پیالی تھی جس میں سے کھیر مزے سے کھا رہے تھے.

تم لوگوں کو اپنے گھر کبھی کچھ نہیں ملتا جب دیکھو یہاں کھانے آجاتے ہو. حسن اور مزمل، تابش کی بات کو سرے سے اگنور کرتے۔ کھیر ختم کرتے اٹھے آنٹی فکر نہ کرے ہم ایک ہفتے تک واپس آجائے گئے.

تابش کے ہاتھوں سے بیگ تھاما تابش بس ایک بیگ، حیران ہو کر تابش سے سوال کیا

اور کیا؟

میں کون سا لڑکی ہوں جو ایک، دو دن بھی کہی جانے کے لیے ڈھیروں سامان اکھٹا

کروں اس سوٹ کے ساتھ یہ والی لپ سٹک، اس والے کے ساتھ یہ سینڈل

اپنا کیا ہم ایسے بھی دل و دماغ میں چھائے رہتے ہیں. حسن کو آنکھ ماری

حسن نے سامان پکڑ یا باہر کی جانب چلا گیا اگر مزید اندر روکتا تو اس کے کھانے میں

سوال جواب شروع ہو جانا تھا

حسن جہاں بھی جاتا اس کے سامان سے زیادہ اس کے کھانے پینے کی. اشیاء موجود

ہوتی۔

ایک نگاہ اپنی ماں کی جانب دیکھا ماما لاہور تو جا رہے ہیں جلد واپس آ جائے گئے۔ آپ

کو ایسے کر رہی ہیں جیسے ہمیشہ کے لیے جا رہا ہوں. بیگم نے تابش کے کان مروڑے

تمہارے لاہور جانے سے کوئی مسئلہ نہیں۔ جس کی وجہ سے جا رہے ہو اس بات پر

مسئلہ ہے.

www.novelsclubb.com

ایسا بھی پتا نہیں تم تینوں کو کیا نظر آتا ہے میچ میں۔ میچ دیکھنے کے لیے لاہور جانے کو بھی تیار۔ حسن کو پتا تھا ڈانٹ ہی پڑنی ہے اندر اس لیے وہ پہلے ہی موقع کا فائدہ اٹھاتا چل پڑا۔

تابش اور مزمل مسکینوں والی شکل بنا کر کھڑے تھے آگے سے کچھ بولتے تو پاکستانی ماؤں کا ایک ہی مشہور ڈائیلاگ سننے کو ملتا میں تیری ماں ہو نہ کہ تو۔

اور اگر ابو کو اس طرح کے موقع میں کچھ کہہ دیتا تو ان کے بالوں کا ذکر لازمی ہو جاتا کہ انہوں نے یہ بال ایسے ہی سفید نہیں کیے۔

اس لیے جب کوئی ڈانٹ رہا ہو تو مصلحت اسی میں ہوتی ایک کان سے سنو اور دوسرے سے نکالوں اگر غلطی سے بھی کچھ الٹا سیدھا بول دیتے۔ تو دنیا جہاں کا سارا غصہ صرف ایک موبائل پر ہی آکر ختم ہوتا۔

اور پاکستانیوں کا مشہور اور جانا مانا ڈائیلاگ کہ سارے فساد کی جڑ ہی یہ موبائل ہے۔

موبائل خراب ہو جائے تو بچے نے کیا

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اور

بچہ خراب ہو جائے تو موبائل نے کیا

تابش امجد مرزا نے بچارگی سی شکل بنا کر امجد صاحب کو دیکھا اب وہ بچارا کرتا بھی کیا

باپ سے ڈانٹ پڑتی تو ماں کی منت،

ماں سے ڈانٹ پڑتی تو

باپ کی منت۔

پاپا میں ایک ہفتہ ایف بی سے دور رہنے والا ہوں تو میرا سارا کام اچھے سے کر دینا۔

امجد صاحب بس افسوس ہی کرتے رہ گئے کہ ان کا صاحبزادہ انہیں کس امتحان میں

ڈال کر جا رہا ہے.

اجازت ملتے آیت کرسی کا دم کرتی تینوں اپنے سفر پر روانہ ہوئے۔ پیچھے امجد

صاحب اور رقیہ بیگم دعا کرتے رہے۔ ایک ہفتہ خیر و عافیت سے گزرے.

کیسے رہے گا تینوں کا لاہور کا سفر

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

یاد گار،

امتحان

یا زندگی کے نئے دور کا آغاز شروع ہو گا.

****

ڈرائیور انہیں اڈے میں چھوڑتا واپس پلٹا۔ایک تو تیرے باپ کو پتا نہیں کیا تھا ہمیں لوکل جانے کا کہہ دیا ساری پر سنلٹی ہی خراب کر دی.مزمل بس سٹینڈ میں داخل ہوتے ہوئے بولا. جہاں لوگوں کا بے تحاشا ہجوم تھا.

ان تینوں کو اس شرط میں اجازت ملی تھی کہ یہ لوکل سفر کرے گئے. ورنہ سکون سے اسلام آباد ہی رہے۔ یہ مشورہ تینوں کے باپوں کا مشترکہ تھا. ہجوم کو چڑتے تینوں اپنی بس کے پاس پہنچے۔سامان رکھتے میڈ والی سیٹ میں تینوں بیٹھ گئے تابس آگے اور پیچھے مزمل اور حسن بیٹھ گئے.

تابش مرزا کے ساتھ والی سیٹ میں ایک انکل آکر بیٹھ گئے. پیچھے سے حسن اور مزمل کی دہائیاں شروع ہو گی.

دل کے ارماں آنسووں میں بہہ گئے

ہم وفا کر کے بھی تنہا رہ گئے۔

لوگوں نے سوچا تھا کہ کوئی حسینہ آکر ساتھ بیٹھے گی مگر یہاں تو حسینہ کے ابا خصور ہی بیٹھ گئے۔اس کے بعد دونوں کا قہقہ بلند ہوا۔

تابش مرزا مسکینوں والے شکل بنا کر بیٹھ گیا سکون سے کھڑکی والی سائیڈ میں۔اب اندر تو کوئی مناظر حسین ہے ہی نہیں تھے تو بے چارے نے باہر دیکھنے میں ہی عافیت سمجھی۔

اللہ اللہ کر کے پندرہ منٹ بعد سب مسافر اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئے۔

کچھ دیر بعد تابش موبائل یوز کرنے میں مصروف تھا جب ساتھ والی سیٹ میں موجود شخص نے تابش کو جگہ تبدیل کرنے کا کہا۔بیٹا مجھے سانس کا مسئلہ ہے تو مجھے

اپنی سیٹ دے دو.

اب بے چارا کیا کرتا تربیت کے ہاتھوں مجبور اپنی سیٹ چھوڑ دی۔ حالانکہ پاکستانیوں کی پسندیدہ سیٹ ہی کھڑکی والی ہوتی ہے۔ مزمل اور حسن، تابش کی حالت دیکھ کر بہت لطف ہو رہے تھے کیسے کچھ منٹوں میں بھیگی بلی بن کر رہ گیا ہے۔

سارے سفر کے دوران انکل ایک منٹ کے لیے بھی خاموش نہیں ہوئے اگر غلطی سسے تابش کی آنکھ لگ بھی جاتی تو انکل کس مرض کی دوا تھے فورا سے پہلے نیند غائب۔ تابش نے پیچھے مڑ کر دیکھا جہاں اس کے دونوں دوست مزے سے سو رہے تھے۔

www.novelsclubb.com

اور وہ پتا نہیں انکل کے دادا، پردادا کے قصے سننے میں مصروف تھا۔ لگ بھگ چار بجے انکل کی آنکھ لگی، تابش مرزا نے سکھ کا سانس لیا۔ جیسے تیسے یہ سفر اختتام کو پہنچا.

پہلا قدم، اس سرزمین میں رکھا بس سے اترتے وقت زیر لب ایک ہی الفاظ تھا۔

دل میں ایک عجیب سا احساس پیدا ہوا۔

پہلی بار دل کچھ مختلف ساڈھرکا۔

تابی کہاں کھو گئے۔ہم یہاں دل نہیں لگانے آئے ہیں تو آتے ساتھ ہی کہاں پہنچ گیا ۔مانا کہ دلوں کا شہر ہے۔پر ہم یہاں کسی میں مر مٹنے نہیں آئے.

مزمل کی آواز سے سوچوں کا تسلسل ٹوٹا۔ایک ان چاہے احساس نے گرا جس کا کوئی نام نہیں تھا۔اپنے بیگ ہاتھ میں تھامے تینوں آگے بھرے۔

کیب کروا کر ہوٹل آئے۔روم میں آتے ساتھ ہی تابش ڈھرم سے بیڈ میں گراحد تھی اس انکل کی بھی پتا نہیں کون کون سا قصہ لے کر بیٹھ گئے تھے جیسے ان کے خاندان سے ایمپریس ہو کر میں نے ان کی لڑکی سے شادی کر لینی۔

حسن نے روم میں آتے ساتھ ہی پہلا کام کھانا آرڈر کیا. حسن کے ہوتے ہوئے دونوں کو آج تک کبھی کھانے کی فکر نہیں ہوئی تھی یہ کام وہ خود شوق سے کرتا تھا۔

فریش ہوتے تینوں نے ناشتہ کیا۔تابی نیند پوری نہ ہونے کی وجہ سے سو گیا۔اور وہ

دونوں تانی کو خبر دیتے باہر چلے گئے۔

حسن ویسے سننے میں آیا ہے کہ لاہوری غلط پتا بھی بتاتے ہیں چل آکسی کو آزماتے ہیں۔ دونوں اپنی مستی میں گھوم ہوٹل سے باہر نکلے. آس پاس چہل قدمی کرتے ارد گرد لوگوں کا جائزہ لے رہے تھے.

کچھ دور گھتے پھرتے حسن نے پاس کھڑے چار، پانچ لوگوں سے ہوٹل کا پتا پوچھا۔

اشاروں سے پتا بتاتے وہ لوگ چلے گئے.

حسن نے افسردگی سے مزمل کی طرف دیکھا یار پہلا ٹو کا لاہوریوں کے بارے میں غلط ثابت ہو گیا کہ یہ غلط پتا بتاتے انہوں نے تو درست بتایا۔

مطلب صرف بے چارے مشہور ہے غلط پتا بتانے میں۔ دونوں کچھ دیر واک کرتے واپس ہوٹل میں آ گئے جہاں تابی اپنے گھر والوں کا فون سن رہ تھا۔اور آنٹی کی ڈھیروں ہدایات کہ کھانا کھایا، سفر کیسا گزرا، آج کے دنمیچ کو چھوڑ کر اچھے سے نیند پوری کر لو، سفر کی وجہ سے بہت تھکان ہو گی ہو گی۔

www.novelsclubb.com

وغیرہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وغیرہ

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

مگران پاکستانی امی کو کون سمجھائے صرف تھکان گھر کا سودا سلف لاتے ہوئے پڑتی ہے نہ کہ گھومنے پھیرنے سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

تابی ہم ابھی ابھی لاہوریوں کو آزما کر آئے۔تابی شوز بند کرتا حسن کی طرف دیکھا تو کیا رزلٹ آیا۔فیل،پاس یا فرسٹ

سمجھو فرسٹ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مزمل نے صوفے میں بیٹھتے ہوئے جواب دیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔یار بچپن سے سنتے آئے ہیں کہ لاہوری غلط پتا بتاتے ہیں مگر ہمیں درست بتایا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ان کی بات میں ہنستے ہوئے تابی بولا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بے چاروں کو مسکینوں والی شکلوں میں رحم آگیا ہو گا اس لیے۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

حیدر ہاؤس :

آج بھی نازو کی جدوجہد جلد ہی رنگ لے آئی درست ٹائم میں عرو ناشتے کے ٹیبل میں موجود تھی۔پستہ کلرر کا فراک زیب تن کیے ہوئے لائٹ بھوران ٹروازر اور سٹالر حجاب کی صورت میں لیے وہ کھولی بند آنکھوں سے ناشتہ کر رہی تھی۔

ہمیشہ کی طرح لیٹ سونے کی وجہ سے اس کے چہرے میں بارہ بجے ہوئے تھے.

ناشتہ کرتے سامنے نوٹس اوپن تھے ایک نوالہ لیتی ساتھ رٹے لگانے میں مصروف تھی۔

حیدر صاحب اور. بیگم کے مطابق رات گئے تک ان کی بچی پڑھائی میں مصروف تھی مگر حقیقت اس کے برعکس تھی جو صرف نازو جانتی تھی. ناشتہ کرتی ہمیشہ کی طرح دونوں سے پیار لیتی باہر کی جانب بھری۔

آج تک کبھی بھی ایسا نہیں ہوا تھا کہ نازو اس کے ساتھ باہر نہ آئی ہو خداخافظ کہتی۔ ڈھیروں دعائیں دیتی۔

حیدر صاحب جب بھی دونوں اپنے گھر چلی جائے گی تو یہ گھر کتنا ویران ہو جائے گا۔ ہمارے گھر کی رونق ہی ان کی وجہ سے ہوتی ہے۔ مسز حیدر اکثر حقیقت یاد کرتی اداس ہو جاتی.

حیدر صاحب کے پاس صرف ایک ہی جملہ ہوتا دعا کرو یہاں بھی جائے ہمیشہ اس طرح خوش باش رہے۔ مسز حیدر نے نم آنکھوں سے آمین کہا۔

نازو کے اندر آتے ہی چہرے میں مسکان سجالی۔ حیدر صاحب کے آفس جانے لے بعد، عرو کے یونی کے بعد۔ مسز حیدر کو ایک پل کے لیے بھی نازو تنہا نہ چھوڑتی۔ ہر کام میں ہاتھ بٹاتی، مسز حیدر کو میڈ رکھنا نہیں پسند تھا کہ کتنے افراد ہوتے ہیں جو ہم فضول میں میڈ کے سروں میں کھڑے ہو کر کام کروائے اس سے اچھا خود ہی کر لے۔

ماما پاپا کہاں ہیں؟ چار سالہ بچی اپنی ماں سے سوال کر رہی تھی۔ کپڑے پریس کرتے

اس کی ماں کے ہاتھ تھام گئے۔آنکھوں میں ڈھیروں نمی چھاگئی آج کا دن وہ نہ چاہ کر بھی پچھلے پانچ سالوں سے نہیں بھلا پائی تھی.

آج کوئی اس سے جدا ہوا تھا.

اس کی روح آج کے دن ہی اس سے جدا ہوئی تھی.

اس کی ماں نے آنسوؤں واپس حلق میں اتارے بیٹا پاپا سٹڈی روم میں ہیں. عرو کو جواب دیتی واپس اپنے کام میں لگ گئی آج کا دن کسی کی جدائی کا دن تھا۔

کیسی کی محبت کی کہانی کے اختتام کا دن۔

آج بھی وہ دن یاد کرتے پھر سے آنسو بہنے لگ گئے۔

عرو چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی سٹڈی روم کی طرف بھری جب اس کے پاپا کہی نظر نہیں آتے تھے وہ وہاں ہی ہوتے تھے.

سٹڈی روم میں فل اندھیرا چھایا ہوا تھا پتا نہیں کتنے عرصے سے اس سے روشنیوں کو خیر آباد کرتا اندھیرے میں جا بسا تھا اس کا دل ویران ہو گیا تھا۔

www.novelsclubb.com

آج کا دن۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ڈھیر آنسوؤں کی زینت ہوتا تھا۔وہ نہیں

بول سکا تھا وہ سب چار سال پہلے والے حادثے نے بس کچھ بدل دیا تھا۔

کمرے کا دروازے کھولنے کی آواز میں اس نے ڈھیروں آنسوؤں کو صاف کیا۔

ہاتھ میں موجود بلیک ڈائری کو بند کیا جیسے پڑھتے پتا نہیں وہ کس جہاں میں چلا جاتا تھا

۔وہ لڑکی اسے کوئی اور دنیا میں لے جاتی تھی۔

اس کی دنیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اس کی مکمل دنیا

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جہاں وہ مسکراتی تھی

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔محبت کے خواب پرویا کرتی تھی

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔محبت کی انوکھی داستان

پاپا آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے ڈائری سائیڈ میں رکھتی

خود گود میں آکر بیٹھ گی۔اس کی معصوم حرکتوں اور باتوں نے تو اسے جینا سیکھا یا تھا

۔

پاپا ہم نے کل لاہور جانا ہے۔لاہور کا نام سن کر اس وجود کا دل زور سے ڈھرکا جیسے بند ہو جائے گا۔پتا نہیں کیا کیا کچھ یاد آیا لفظ لاہور کا نام سن کر۔وہ کچھ نہیں بولا تھا۔ ملنے کی آس ابھی بھی باقی تھی وہ پانچ سال پہلے لاہور گیا تھا

اس کے بعد اس سرزمین میں قدم ہی نہیں رکھا گیا تھا کیسے وہ لاہور جاتا؟

پھر سے آنسو بہنے لگ گئے ماضی،یادیں کچھ بھی نہیں بولا تھا وہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

----

www.novelsclubb.com

عروکار میں بیٹھتے مسلسل کسی اہم نکتے کو سوچ رہی تھی چہرے میں فکر مندی کے اثر لیے نا جانے کن سوچوں میں گم تھی سامنے والا یہی سمجھ رہا ہو گا کہ وہ ٹیسٹ کی وجہ سے فکر مند ہے مگر یہاں ماجرا ہی الٹا تھا۔کیسے وہ ایک پل میں سب بول سکتا ہے؟ساری وعدے،ساری قسمیں وہ کیسے ایک پل میں ٹوڑ سکتا ہے؟

وہ مسلسل اس بارے میں ہی سوچ رہی تھی۔چہرہ پریشانی کی وجہ سے سرخ ہو گیا تھا ۔کار رکنے کی وجہ سے اپنی سوچوں کو خیر آباد کرتی بیگ شولڈ میں ڈالے۔ڈرائیور کو خداحافظ کہتی یونی کا گیٹ عبور کیا۔

اندر داخل ہوتے ہی سب کی نظروں کا مرکز بنتی اپنے معمول کی طرح سب کو اگنور کرتی اپنی گلاس کی طرف بھری۔بیک ڈور سے ایک نگاہ اندر ڈالی جہاں مکمل خاموشی کا راج تھا سب ٹیسٹ کرنے میں مصروف تھے آج روز کی طرح وہ لیٹ آئی تھی

****

www.novelsclubb.com

وہ مسلسل اس بارے میں ہی سوچ رہی تھی۔چہرہ پریشانی کی وجہ سے سرخ ہو گیا تھا ۔کار رکنے کی وجہ سے اپنی سوچوں کو خیر آباد کرتی بیگ شولڈ میں ڈالے۔ڈرائیور کو خداحافظ کہتی یونی کا گیٹ عبور کیا۔

اندر داخل ہوتی سب کی نظروں کا مرکز بنتی اگنور کرتی اندر کی جانب بھری۔چور نگاہ کلاس روم میں ڈالی جہاں مکمل خاموشی کا راج تھا سب سٹوڈنٹس اپنا ٹیسٹ کرنے میں مصروف تھے۔

ایک نگاہ سر زوہیب کو دیکھا جو وائٹ بورڈ میں کچھ لکھنے میں مصروف تھے۔ پچھلے دروازے سے چوری چھپے کلاس میں داخل ہوئی لاسٹ میں جگہ ملی جلدی سے وہی بیٹھ گئی۔ایک نگاہ سب سٹوڈنٹس پر ڈالی جو اسے گھورنے میں مصروف تھے.

بیگ کو چیئر میں رکھتی شیٹ نکالتی جلدی سے ٹیسٹ لکھنے میں مصروف ہو گئی. سر زوہیب کو کسی کی موجودگی کا کوئی بھی احساس نہیں ہوا۔سر زوہیب کرسی میں بیٹھے اپنی عینک کو ناک میں سیٹ کرتے ایک نگاہ سب سٹوڈنٹس کو دیکھا

چالیس سالہ،خوش اخلاق مزاج کے مالک تھے. وہ سب جانتے تھے پر خاموش رہتے تھے ن مگر سٹوڈنٹس کو یہ لگتا کہ ہم نے سر کو چیٹ کیا مگر حقیقت اس کے بر عکس تھی۔

۔وہ اس بات کے قائل تھے کہ طالب علم اگر پڑھائی میں اچھے گریڈز لیتے ہیں تو اتنا انجوائے تو چلتا ہے ،ان کے مطابق بچہ ذہنی دباؤ میں پڑھائی نہیں کر سکتا۔ جتنا پڑھائی ضروری ہے اتنا ہی انجوامنٹ۔انہوں نے میز پر دو سے تین بار ہاتھ مار کر لکھنے سے رکنے کا اشارہ دیا، کچھ سٹوڈنٹس نے ایک ،دو منٹ کی آوازیں دینا شروع کردی، عروش نے پن رکھا، پیپر پکڑتی کرسی سے اٹھی،

اسلام علیکم سر !

سلام لیتی اپنا پیپر میز پر رکھا، سر ذوہیب نے مسکراہٹ کے ساتھ سلام کا جواب دیا ۔وہ بھولی سی لڑکی انہیں اپنی اپنی سی لگتی تھی۔ جس کے چہرے میں دن کے چوبیس گھنٹے مسکراہٹ ہوتی، خوش مزاجی میں سب سے مختلف تھی۔ سر ذوہیب ٹیسٹ لے کر کلاس سے باہر چلے گئے۔

عروش لاسٹ سیٹ سے اٹھی، اپنی مخصوص سیٹ میں آکر بیٹھ گئی، جو عروش کی سیٹ ہوتی وہاں صرف اس نے ہی بیٹھنا ہوتا کوئی اس جگہ بیٹھنے کی غلطی ہر گز نہ کرتا

۔مطلب گھر میں بھی عروش کی حکومت اور یونی کا حال بھی اس سے مختلف نہ تھا۔

کرسی میں آکر بیٹھی ٹانگوں کو ٹانگوں کے اوپر رکھا،ایک ادا سے ٹیک لگا کر کرسی میں بیٹھ گئی۔اگلہ لکچر مس رخسانہ کا تھا،جن سے عروش کو خاصی چڑ تھی،کلاس میں آتی ایک نگاہ سب میں ڈالتی اپنا بیک میز میں رکھتی،ڈائس میں آکر لکچر شروع کرنے لگ گئی۔لکچر کے دوران بار بار میم کی نظر عروش پر تھی۔ایک سیکنڈ بھی عروش کو سکون سے بیٹھنے نہیں دیا۔بار بار کوئی نہ کوئی سوال پوچھتی رہتی سارا دن اس کا دھیان کہی پر تھا آج سوچوں کا مرکز کسی کے گرد گھوم رہ تھا۔ایک سیکنڈ کے لیے بھی کا ی کا خیال دل ودماغ سے نہیں گیا تھا.

آج ان کا لاہور میں پہلا دن تھا۔موسم تبدیل ہو رہا تھا۔اکتوبر کا درمیان چل رہا تھا.سردیوں کی آمد آمد تھی۔دن کے وقت گرمی اور رات کے وقت سرد ہواؤں کا رج تھا.

سب پلان پہلے سے ہی طے شدہ تھا کہ انہوں نے ایک ہفتہ کس کس جگہ سپینڈ کرنا ہے

پہلا دن-----------------بادشاہی مسجد

دوسرا دن-----------------داتا صاحب

تیسرا دن-----------------مسجد وزیر خان

چوتھا دن-----------------شالامار باغ

پانچواں دن-----------اس دن کے لیے تو وہ خصوصی طور میں آئے تھے میچ کے لیے۔

چھٹا دن-------------------شاپنگ

ساتواں دن-----------------ریسٹ اور لاہور کو خیر آباد کرنا

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

روم کے مناظر کچھ یوں تھے

وہ تینوں تیار کم اور ایک دوسرے سے لڑ زیادہ رہے تھے-------------

پہلے تینوں کے درمیان یہ ڈیسیڈ ہی نہیں ہو رہا تھا کہ کون سی ڈرائیسنگ کی جائے

تابش جس بھی ڈریس کو پہنتا دونوں اس میں نقص نکال دیتے

ایک گھنٹہ لگا کر تینوں نے ڈریس فائنل کیا-------------

ڈریس کے بعد اہم مسئلہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے سجنے سنوارنے کا تھا

مزمل یار تو پیچھے ہی رہ ویسے بھی ہم بیچلرز کو تیار ہونے دے-----------

تیرا ان سب میں کیا کام-------------------------جس نے تجھے پسند کرنا

تھا کر لیا۔۔۔۔۔۔۔

اب ہم دونوں کو ٹرائی مارنے دے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حسن بالوں میں برش کرتے ہوئے بولا۔۔۔۔۔۔

مزمل جو کب سے حسن کے ہاتھوں سے برش لینے کی ناکام کوشش کر رہا تھا ۔۔۔۔۔۔

تابش دونوں کو مرر کے آگے چھوڑ کر خود شوز پہننے میں مصروف تھا تیار ہونے کا ارادہ تب تھا جب یہ دونوں شیشے سے جان چھوڑے

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

www.novelsclubb.com

اس سے پہلے مزمل اس کے ہاتھ سے برش پکڑتا حسن کا جیسے ہی فون وائبریٹ ہوا برش مزمل کو کیچ کرواتا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ جلدی سے پاکٹ میں ہاتھ ڈالا

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اس سے پہلے رنگ بند ہوتی

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جلدی سے کال ریسیو کی۔

تابش،مزمل اس کے حرکتوں میں مسکراتے رہ گئے۔دس،پندرہ منٹ بات کرتے حسن سے شکر کا سانس لیتے کال بند کی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔آج کیا فرمائش کی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔تابش بالوں پر سپرے کرتا بولا

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

بابا کی پری نے ماما کے جن سے یہ فرمائش کی ہے کہ اسلام آباد کی انٹری بند ہے جب تک اس کے لیے ڈھیر ساری شاپنگ کر کے نہ لاؤ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اگر غلطی سے اسلام آباد انٹر ہو گیا تو گھر میں داخلہ ممنوع ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حسن نے اپنی بہن نازیہ کی نقل اتارتے ہوئے

بولا۔۔۔۔۔۔۔

جس میں تابش نے اس کے کندھے میں تھپکی دی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔پاگل بہنوں کے ناز بھائی نہیں اٹھائے گئے تو کون اٹھائے

گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ہفتے والا دن کا کچھ نہیں ڈیسیڈ تھا تو سپاینگ ہی کرنے چلے گئے۔۔۔

دوپہر کا کھانا ہوٹل میں کھاتے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ تینوں باہر کی جانب بھرے۔۔

کیب کرواتے وہ بادشاہی مسجد کے پاس پہنچے۔۔۔۔۔۔۔۔۔

لاہور تاریخی شہر کے نام سے مشہور ہے یہاں بہت سے تاریخی عمارتیں بھی مشہور ہے ان میں سے ایک بادشاہی مسجد ہے جو اپنی مثال آپ ہیں.

اس مسجد کی تعمیر بادشاہ اورنگزیب سے کروائی دور دراز سے قیمتی پتھر منگوایا بادشاہی مسجد کو سرخ گھر کے پتھر سے بنایا گیا تھا پر اندر اس کے بہت ہی قیمتی رنگوں کے پتھروں سے نقشوں نگاری کی گی تھی.

ظہر سے عصر ہونے کو آئی تھے اور وہ انجوائے کرنے میں مصروف تھے. تابش عصر کی نماز یہاں ہی پڑھ لیتے ہیں تینوں مسجد کے پاس خوص میں آئے جو سفید پتھروں سے بنایا گیا تھا۔ وضو کرنے کے بعد عصر کی نماز ادا کی۔ اس مسجد کی یہ خاصیت ہے کہ یہاں بیک وقت ایک لاکھ لوگ نماز ادا کر سکتے ہیں.

مسجد کے صدر دروازے کے اوپر کمروں میں ایک کمرے میں مختصر سا میوزیم "تبرکات مقدسہ کے نام سے تھا۔جہاں خصور اور آل رسول کے تبرکات آنے والے مہمانوں کی روحانی پیاس بجھاتے تھے۔

علامہ اقبال کے مزار میں تینوں نے خاصری دی اور اپنے لیڈر کو خراج تحسین پیش کی۔

کتنے دیر تینوں وہاں کی سیر کرتے تھے۔

وہاں گھومنے پھیرنے بعد وہ مینار پاکستان گئے جو اپنی مثال آپ تھا۔

مینار پاکسان ایک عظیم قومی شہکار ہے۔مینار پاکستان کی ڈیزائنگ میں بڑی ٹیکنیکی مہارت سموگئی ہے اور کچھ اس قسم کا ساز وسامان استعمال کیا گیا ہے جس سے پاکستان کے ابتدائی ادوار میں پیش آنی والی مشکلات کی عکاسی ہوتی ہے مثلاً مینار پاکستان کی بنیاد کے نیچے مختلف تختے ہیں۔

پہلا تختہ بڑا کھردرا اور ناتراشیدہ ہے۔یہ اس بات کی کا غماز ہے کہ پاکستان آزادی

کے وقت کس دگرگوں حالت میں تھا۔دوسرے تختے میں پتھروں کو ترتیب

وتراش دے دی گئی ہے۔ تیسرے تختے میں پتھروں میں ملائمت پیدا کی گئی ہے اور

چوتھے تختے پر سنگ مرمر استعمال کیا گیا ہے۔

ان علامتوں سے

مینار پاکسان ایک عظیم قومی شہکار ہے۔مینار پاکستان کی ڈیزائنگ میں بڑی ٹیکنیکی

مہارت سموئی ہے اور کچھ اس قسم کا ساز و سامان استعمال کیا گیا ہے جس سے

پاکستان کے ابتدائی ادوار میں پیش آنی والی مشکلات کی عکاسی ہوتی ہے مثلاً مینار

پاکستان کی بنیاد کے نیچے مختلف تختے ہیں۔پہلا تختہ بڑا کھردرا اور ناتراشیدہ ہے۔یہ

اس بات کی کا غماز ہے کہ پاکستان آزادی کے وقت کس دگرگوں حالت میں تھا۔

دوسرے تختے میں پتھروں کو ترتیب وتراش دے دی گئی ہے۔ تیسرے تختے میں

پتھروں میں ملائمت پیدا کی گئی ہے اور چوتھے تختے پر سنگ مرمر استعمال کیا گیا ہے

۔ان علامتوں سے اس امر کی ترجمانی ہوتی ہے کہ پاکستان نے کس طرح آہستہ

آہستہ ترقی کے مدارج طے کیے ہیں۔

مینار پاکستان کی بلندی 196 فٹ 16 انچ ہے۔ 180 فٹ تک اسے لوہے اور کنکریٹ سے تعمیر کیا گیا باقی ساڑھے سولہ فٹ میں اسٹین لیس اسٹیل کا ایک گنبد بنایا گیا ہے، جس سے سورج کی روشنی منعکس ہو کر ماحول کو روشن کرتی ہے۔ مینار کا نچلا حصہ پھول کی پتیوں سے مشابہت رکھتا ہے اس کی سنگ مرمر کی دیواروں پر قرآنی آیات درن تھی۔

فل ٹائم حسن کے ہاتھ میں کھانے کی اشیاء، مزمل کے ہاتھ میں کیمرہ وہ تو ہر چیز کا ایسے فوٹو شوٹ کر رہا تھا جیسے ابھی جا کر ڈاکومینٹری کرنی ہے۔ تابش کے ہاتھ میں سیل تھا وہ ارد گرد کی تصویروں کی بجائے ان دونوں اور اپنی پکس لینے میں مصروف تھا۔ بعد میں اس نے ایف بی پر اپلوڈ بھی کرنی ہے.

آج کا دن تینوں کے لیے یادگار تھا خوب مستی اور فن کرنے کے بعد واپس جانے کا فیصلہ کیا۔

رات گئے تک تھکے ہارے وہ گھر واپس آئے۔آج کسی کو موبائل یوز کرنے کی کوئی ہوش نہیں تھی سب ادھر ادھر لیٹے سونے میں مصروف تھے.

عرو تم کیوں اتنی پریشان ہو؟ جب سے وہ یونی سے آئی تھی تب سے اداس گھوم رہی تھی۔ صبح بھی عرو کا موڈ آف تھا مگر نازو کو لگا کہ ٹیسٹ کی وجہ سے پریشان ہے مگر اس کی حالت ابھی بھی ویسے ہی تھی.

عرو کیا سوچ رہی ہو؟ نازو ٹی لونج میں عرو کے ہاتھوں سے ریموٹ لیتی ہوئی بولی ۔ایل۔ای۔ڈی کا والیوم بند کرتی وہ عرو سے مخاطب ہوئی۔

عرو اس نے اسے چھوڑ دیا؟

وہ کیسے اس کے ساتھ ایسا کر سکتا ہے؟

کوئی کیسے محبت بھرے وعدے پل بھر میں توڑ سکتا ہے؟

نازو نے بے یقینی سے عرو کی جانب دیکھا جب اس کی بات سمجھ آئی تو قہقہے لگا کر

ہنسی۔

عرو تم پاگل ہو رات کو جو ناول ریڈ کیا تھا ابھی تک اس کے بارے میں سوچ رہی ہوں. کبھی تو اپنا دماغ استعمال کر لیا کرو۔ نازو نے عرو کی عقل پر ماتم کیا۔

آج لاہور آئے انہیں چار دن ہو گئے تھے اب انہوں نے آج میچ دیکھنے جانا تھا جو پاکستان اور سری لنکا کا تھا دونوں سریز ٹو۔ٹو سے برابر تھی۔

تابش جانے سے پہلے دو نفل پڑھنے بیٹھ گیا. اب دعا کی باری تھی۔اور اونچی اونچی اللہ کو اپنی درخوست پیش کرنے لگ گیا۔

اے اللہ ہماری عزتوں کی لاج رکھ لے.

اے اللہ آج میدان میں اقبال کے شاہین چھا جائے.۔

اے اللہ آج پاکستان کھلاڑی چل پڑے۔

ان کے بیٹ اور بال کام کر پڑے۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اے اللہ سامنے والی ٹیم اندھی ہو جائے.

اللہ جی اگر آج پاکستان میچ جیتا تو میں تین کلو میٹھائی خرید کر خود ہی پاکستان کے جیتنے کی خوشی مناؤں گا۔

حسن کی بات سنتے پاس بیٹھے مزمل نے منہ میں مکا مارا. اللہ جی ایک ایک گلاب جامن ان غریبوں کو دے دوں گا۔

اللہ جی پلیز ہم پوری یونی شور مچا کر آئے ہیں کہ ہم جب لاہور قدم رکھے گے تو لازمی فتح ہو گی. ہم واپس کس منہ سے جائے گے اب مزمل ہاتھ اٹھا کر دعا کر رہا تھا.

تابش نے مصلہ فولڈ کرتا۔ بالوں کو جیل سے سیٹ کرتا سٹیڈیم کی طرف جانے کے لیے ہوٹل سے نکلے۔ سٹیڈیم لوگوں سے کچا کچ بھرا ہوا تھا۔

ٹاس جیت کر سری لنکا نے بیٹنگ کرنا شروع کی۔ پورے سٹیڈیم میں پاکستان کے نعرے گونج رہے تھے۔ شائقین پورے جوش و خروش سے اپنی ٹیم کو سپورٹ کر رہے تھے.

اب پاکستان کی بیٹنگ کی باری آئی. دل دہلا دینے والے میچ کے بعد آخر کار پاکستان میچ جیت گیا.

آج ہفتے کا دن تھا ایک دن رہ گیا تھا ان کے پاس لاہور گھومنے کا کل رات دس بجے کی بس سے انہیں واپس اسلام آباد جانا تھا۔

کل کا ابھی تک کوئی پلان انہوں نے نہیں کیا تھا کیوں کہ کچھ پلان قسمت نے ہمارے لیے بنائے ہوتے ہیں، ان میں ہمارا کوئی اختیار نہیں چلتا۔

----

www.novelsclubb.com

بیگم صاحبہ آپ پلیز کچھ بھی کہ دے پر یہ مجھ سے نہیں ہو گا۔۔۔۔۔۔ کب سے نازو مسز حیدر پر ہر طریقہ آزما چکی تھی پر آج وہ کسی صورت اپنی بات سے پیچھے نہیں ہٹ رہی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اگر نازو ضدی تھی تو وہ بھی عرو کی ماں تھی وہ بلا کیسے پیچھے رہ سکتی ہیں۔

آج انہیں کسی بھی صورت نازو پر ترس نہیں آرہا تھا۔نازو نے خود ہی ہار مان لی۔

ٹوٹے اور تھکے ہوئے لہجہ سے نہ چاہ کر بھی ہاں کر دی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اپنے دل کو مار کر وہ مسز حیدر کی بات ماننے کو تیار ہو گی۔ہاں کہتی وہ اپنے روم میں چلی گئی۔ مسز حیدر کے چہرے میں ایک زبردست مسکراہٹ آگئی وہ اپنے ارادے میں کامیاب یوں ہو گی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

نازو نے روم میں آتے شدت سے عروکی کمی کو محسوس کیا وہ ہوتی تو یہ سب نہ ہوتا ۔وارڈراب میں سے بلیک ڈریس نکالتی وہ تیار ہونے کے لیے چلی گئی۔

پیروں کو چھوتے وہ بلیک ڈریس میں کسی حور سے کم نہیں لگ رہی تھی۔میک اپ وغیرہ کا تو اسے کبھی شوق بھی نہیں تھا۔ایک نگاہ مرر میں دیکھی سٹالر سیٹ کرتی نیچے کی جانب بھری۔

کچن میں آئی جہاں مسز حیدر ٹیبل میں بیٹھی کچھ کاٹنے میں مصروف تھی۔نازو کی موجودگی کو مد نظر رکھتے انہوں نے اسے پکارا۔

نازو گیٹ میں کیوں کھڑی ہو۔اندر آؤ اور جانے کی اجازت مانگو۔ان کا لہجہ تھوڑا سخت تھا نہ چاہ کر بھی ایک آنسو ہتھیلی میں گرا۔

پر وہ کیسے مسز حیدر کو کسی بھی بات سے منع کر سکتی تھی۔مسز حیدر سے ملتی باہر آئی جہاں ڈرائیور پہلے سے اس کا انتظار کر رہا تھا۔

نازو کو دیکھتے اس نے دروازہ کھولا۔دروازہ کھولتے ہی نازو بیک سیٹ میں بیٹھ گی۔

انگینت سوالات اس کے دماغ میں گھوم رہے تھے۔

جس کا اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا آج پہلی بار وہ عرو کے بغیر سفر میں جارہی تھی۔

www.novelsclubb.com

آج پہلی بار عرو اس کے ہم سفر نہیں تھی۔

نازو کے جانے کے بعد مسز حیدر نے کسی کا نمبر ملایا۔حال چال کے بعد نازو کے بارے میں تسلی سے بات کرنے لگی. حیدر صاحب آپ کی اس بیٹی کا کوئی حال نہیں

صبح سے دوپہر ہو گی مگر مجال ہے اپنی ضد سے ایک قدم بھی پیچھے ہٹی ہو۔

اتنی دفعہ کہا کہ عروکی برتھ ڈے ہے تو جا کر مال سے اس کے لیے دو گفٹ لے آؤ ایک اپنی طرف سے ایک میری طرف سے۔ مگر مجال ہے نازو مانی ہو۔اتنی مشکل سے اسے اکیلے بیجھا ہے۔

وہ یہ ہی کہہ رہی تھی کہ آپ ساتھ چلے۔میں نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ میں رات کے لیے سپیشل کھامے کی تیاری کرلوں ورنہ میری بیٹی مجھ سے ناراض ہو جائے گی.

حیدر صاحب زارا کچھ دیر بعد آپ بھی مال چلے جانا تاکہ اسے تسلی ہو جائے میں بھی یہ چاہتی ہوں کہ وہ عروکی طرح خود مختار بن جائے کب تک وہ ایسے اکیلے جانے سے گھبراتی رہے گی.

اب دونوں ہمیشہ ایک ساتھ تو نہیں رہ سکتی. مسز حیدر کی آنکھیں خود بھی نم ہو گئی وہ تو صرف وہی جانتی تھی کہ کیسے انہوں نے نازو سے اس سخت لہجے میں بات کی ہے

۔پر وہ سب اس کی بھلائی کے لیے ہی کر رہی تھی۔

آخر وہ ماں تھی دونوں کی۔ان کے لیے عرو،نازو میں ردی برابر بھی فرق نہیں تھا۔

اگر ایک دل تھی تو دوسری جان۔

حیدر صاحب تسلی دیتے فون بند کر گے وہ خود بھی نازو کو لے کر کافی پریشان تھے

اب انہیں ان دونوں کے مستقبل کے بارے میں بھی سوچنا تھا.

وہاں تینوں نے بھی شاپنگ کرنے کا فیصلہ کیا۔تینوں مال میں داخل ہوتے ساتھ ہی

ادھر ادھر بٹ گئے۔تابش اپنی ماں کے لیے شال لینے چلا گیا۔مزمل کا کچھ مہینے پہلے

نکاح ہوا تھا وہ اس کے لیے جیولری لینے چلا گیا.

مال کے درمیان میں اکیلا حسن رہ گیا ایک دائیں جانب تو دوسرا بائیں جانب مڑ گیا.

یااللہ ہم غریبوں کی بھی زندگی میں بھی کوئی بہاریں لکھ دے۔کچھ سوچتے وہ گفٹ

سینٹر چلا گیا.

بلاوجہ ہر چیز کی چھان بن کر رہا تھا اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا لے۔ایک واچ اچھی لگی.اسے دیکھنے میں مصروف تھا کہ کوئی نسوانی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔کسی کو واچ دینے سے اچھا ہے کہ اپنا بہترین ٹائم دے۔واچ تو صرف ٹائم بتاتی جب کہ آپ کا وقت کسی کے لیے قیمتی لمحات بن سکتا ہے جب آپ اس کے پاس ہو یا دور ہو.

جب نازو مال میں آئی تھی تو گفٹ سینٹر میں کوئی چیز سمجھ نہیں آرہی تھی تو وہاں شاپ کیپر نے اسے واچ دیکھائی کہ یہ برتھ ڈے کے گفٹ کے لیے لے لیں۔تب حسن کے کانوں میں نازو کے یہ الفاظ گونجے جو وہ شاپ کیپر سے کہہ رہی تھی۔ابھی وہ اس آواز میں اتنا مگن تھا جب ہوش کی دنیا میں آیا تو ارد گرد کوئی موجود نہ تھا.

اسکیوئس می۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کیا یہاں ابھی کوئی لیڈی تھی.

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جی سر وہ دو، تین منٹ پہلے ہی جا چکی ہے

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہاں سے نکالتا وہ ارد گرد اسے تلاش کرنے لگا جس کا نہ تو

کوئی اتا پتا معلوم تھا. اور نہ ہی اسے ایک نظر دیکھا تھا۔

کندھے میں کسی کے ہاتھوں کا دباؤ پڑا، پیچھے مڑ کر دیکھا۔ حسن کیا ہوا کیوں ایسے کیوں دیکھ رہا؟

حسن کی متلاشی نگاہوں کو بھانپتے مزمل نے کہا؟ حسن نے مزمل کی طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا، کچھ نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

کیا لیا اپنی بہن کے لیے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔یار کچھ سمجھ نہیں آرہی۔۔۔گفٹ سنٹر میں کوئی بھی چیز سمجھ نہیں آئی. ابھی بھی حسن کی نگاہیں کسی کو تلاش کر رہی تھی وہ بات تو مزمل سے کر رہا تھا مگر دھیان کہی اور تھا.

حسن یار کبھی تو کوئی عقل والی بات کیا کر تم نے کون سا برتھ ڈے گفٹ دینا ہے جو وہاں منہ اٹھا کر چلے گئے تھے؟

انسانوں کی طرح پورے مال میں گھوم کر شاپنگ کرو ورنہ تیرے بہن کو تیرے سے زیادہ میں جانتا ہوں. مزمل کی بات سن کر حسن کے ماتھے میں بل آئے۔

www.novelsclubb.com

برائے مہربانی آپ میری بہن سے کوسوں دور ہی رہے۔مزمل کو گھورتا مخاطب ہوا

۔سوری یار یہ تو اس جنم میں کبھی بھی نہیں ہو سکتا کہ میں اپنی بیوی کو بھول جاؤ۔

اس سے پہلے دونوں کی ہاتھا پائی شروع ہوتی تابش نے آکر لڑائی کو چھڑوایا۔حد ہے

تم دونوں کی کہی بھی شروع ہو جاتے ہو کبھی تو کوئی انسانوں والا کام کر لیا کرو۔

ساری شاپنگ کے بعد جب مال سے باہر جارہے تھے تابش نے سیل نکالنے کے لیے

جیب میں ہاتھ ڈالا۔موبائل یوز کرتے وقت اس کا دھیان دوسری چیز میں نہیں

گیا.۔

اس نے کچھ کھو دیا تھا.

www.novelsclubb.com

عرو یونی سے آج کافی لیٹ فری ہوئی گھر جانے سے پہلے اسے مال جانا تھا اگر آج اس

کی برتھ ڈے تھی تو آج کے دن اس گھر میں نازو کو حیدر صاحب لائے تھے۔اس

لیے آج کے دن ہی عرو کی زندگی میں نازو آئی تھی تو اس کے مطابق ایک گفٹ کی

حق دار نازو بھی ہے.

اندر جاتے ہوئے اس کے پاؤں کے نیچے کوئی چیز آئی. پاؤں کو پیچھے کرتی۔ نیچے بیٹھ کر ایک خوبصورت سا بریسلٹ کو ہاتھوں میں تھاما۔

واؤ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کتنا خوبصورت ہے؟اس پر نرمی سے ہاتھ پھرتے ہوئے کہا۔ارد گرد ایک دو لوگوں سے پوچھا دل بے ایمان ہو رہا تھا بریسلٹ کو دیکھ کر.

اللہ جی ویسے بھی یہ مجھے آپ کی زمین سے ملا ہے اس لیے میں اسے اپنے پاس رکھ رہی ہوں۔میں سے کوئی چوری وری نہیں کیا۔اللہ جی آپ کی زمین سے ملا اس لیے یہ میرا برتھ ڈے کا گفٹ۔بریسلٹ کو بیگ میں رکھتی اندر چلی گئی۔ٹھیک پندرہ منٹ بعد شاپنگ کرتی باہر آئی۔

جیسے ہی وہ مال سے باہر آئی۔اس دوران کوئی مال کے اندر داخل ہوا اور بے چینی سے کچھ ڈھونڈ رہا تھا۔تابش ایک بریسلٹ تو تھا۔ایسا بھی اس میں کیا ہے جو تو واپس اس بریسلٹ کو ڈھونڈنے اگیا ہے۔تابش جب کار میں بیٹھا تو اسے بریسلٹ یاد آیا جو

اس نے خریدا تھا۔اس کے دل کو پہلی نظر میں جو چیز پسند آجاتی وہ فوراً سے پہلے اس کی ملکیت ہو جاتی۔ وہ ضرورت کی ہو یا نہ ہو.

حسن اور مزمل کے نزدیک ایک بریسلٹ کو یوں تلاش کرنا بے وقوفی تھی مگر وہ تابش ہی کیا جو کوئی الٹا کام نہ کرے۔

تابش میری مان جسکے لیے تم نے خریدا تھا اس کے پاس خود اللہ نے پہنچا دیا ہے اس لیے فکر کی کوئی بات نہیں.تابش حسن کی بات اگنور کرتا اس شاپ پر گیا تا کہ اس جیسا سیم لے سکے مگر دوسرا نہ ملا.تابش کیا لڑکیوں کی طرح اداس ہو گیا ہے ایک بریسلٹ ہی تو تھا۔

عروبیگ سمیت کچن میں داخل ہوئی جہاں اس کی پسند کی ساری چیزوں کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ عرو کبھی تو انسانوں والے کام کر لیا کرو جاؤ بیگ اتار کر فریش ہو کر آؤ۔

مسز حیدر کی ڈانٹ سنتی کچن سے باہر گئی۔ پیچھے پیچھے نازو بھی چلی گئی۔ کیسا گزرا دن

؟نازو نے پوچھا۔یونی سے آکر اے ٹو زی ہر بات نازو کو بتانا لازم تھا۔

ایک دن بھی ایسا نہیں گزرا تھا جب عرو کی کوئی کہانی نازو کو بتائے بغیر ختم ہوئی ہو.

ڈنر کرتے وہ تینوں اپنے روم میں آ گئے ابھی بھی تابش کے دماغ میں بریسلٹ ہی

گھوم رہا تھا کہاں ہے وہ بریسلٹ۔-------

ساری دن کی گپ سپ کرنے کے بعد وہ تینوں سونے کے لیے لیٹ گئے،مزمل کی

سوچوں میں نازیہ۔ حسن کی سوچوں میں ایک اجنبی آواز۔تابش کی سوچوں میں

بریسلٹ-----------

ان دونوں کو کیا پتا قسمت انہیں ایک ہی در میں لے کر آنے والی ہے

---------------جہاں کسی کو اس کی چاہت مل جائے گی.

----------کسی کو خاموش رہ کر اپنی محبت سے دستبردار ہونا ہو گا اور اسے

کسی اور کا ہوتا ہوا دیکھنا ہو گا.

قسمت عرو، نازو، حسن، تابش کو ایک تکون میں نہیں بلکہ چوکور میں اکھٹا کر رہی تھی۔

پر بعد میں یہ تکون بن جانی تھی۔ کسی کو عمر بھر کے لیے جدا ہونا تھا۔ کسی کو یادوں کے سہارے باقی کی عمر گزارنی تھی.

ڈنر کرتے کیک کاٹا دونوں نے ایک دوسرے کو گفٹ دیا۔ ہمیشہ کی طرح آج کا گفٹ بھی سیم تھا۔ عرو اکیلی جا کر گفٹ لیتی. اور نازو مسز حیدر کے ساتھ.

پر ہمیشہ سے دونوں کے گفٹ سیم ہوتے۔ آج ہارٹ لاکٹ تھا نازو کے لاکٹ میں ایلفابیٹ اے، اور عرو کے ایلفابیٹ میں این لکھا تھا.

نازو اگر کبھی ہم بچھڑ گئے تو یہ لاکٹ ہم کبھی بھی نہیں اتارے گئے۔ یہ ہمیشہ ہمیں ایک دوسرے کی یاد ڈالائے گی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

پتا نہیں کیوں پر یہ بات کہتے دونوں کی آنکھیں نم ہو گی۔شاید بچھڑ جانے کا ڈر۔

ایک دوسرے سے جدا ہونے کا خوف۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

آج اتوار کا دن ان تینوں کا لاہور میں آخری دن تھا۔

مارننگ واک کرتے تینوں لاہور میں کھو گئے تھے

حسن اداس تھا اسے تلاش تھی اس آواز کی۔جو کل سے اس کے حواسوں میں چھائی ہوئی تھی.

تابش کا کچھ لاہور میں کھو سا گیا تھا۔وہ ایک بریسلٹ نہیں کچھ اور تھا تابش کے نزدیک۔

اس سب سے بے پرواہ مزمل نے کچھ نہیں کھویا پایا تھا اس کی زندگی،اس کی محبت اس کے پاس تھی۔اس کی محرم بن کر۔

وہ لاہور میں صرف تفریح کرنے آیا۔اس کا لاہور سے بس یہ ہی ایک رشتہ تھا.

حسن اور تابش بھی پہلی اور آخری بار ہی لاہور آئے گئے یہ دونوں نے سوچا۔

ابھی وہ واک کر ہی رہے تھے کہ اپنے دھیان کسی سے زوردار تصادم ہوا. سوری

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔دونوں کی آواز سے بیک وقت یہی الفاظ نکالے.

نہیں انکل۔۔۔۔۔۔۔۔آپ بڑے ہیں۔۔۔۔۔۔۔پلیز آپ ایسا مت کہیں

۔۔۔۔۔۔۔تابش نے سامنے موجود اپنے باپ کی عمر کے شخص کو دیکھ کر کہا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کوئی بات نہیں بیٹا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔انہوں نے

اسے کندھے میں تھپکی دی۔

حیدر صاحب اور تابش کے درمیان دو، تین منٹ کی گفتگو ہوئی. باتوں باتوں میں

جب انہیں پتا چلا کہ یہ گھومنے پھرنے آئے ہیں. تو حیدر صاحب بہت اسرار کر کے

تینوں کو اپنے ساتھ گھر ناشتے کے لیے لے آئے.

انہوں نے بہت منع کیا مگر تینوں کی ایک نہ چلی. گھر جاتے انہیں گیسٹ روم میں

بیٹھا دیا گیا۔خود کچن میں چلے آئے۔

کچھ دیر پہلے کے مناظر :

نازو جلدی اٹھ بھی جاؤ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔روزانہ نازو، عرو کو اٹھاتی تھی۔ پر اتوار والے دن الٹا ہوتا تھا۔ عرو کو کوئی اور شوق پو یا نہ ہو صرف ایک کو کنگ کرنا اس کا پسندیدہ مشلغہ تھا۔

نازو جلدی فریش ہو کر کچن میں آجاؤ۔ پاپا کو واک میں جانے سے پہلے آج میں جوس بنا کر دیتی ہو جب وہ واپس لوٹے گے تب تک ناشتہ ریڈی کرتے ہیں۔

جاتے جاتے عرو، نازو کے اوپر سے بلینکٹ اتار نا نہ بھولی۔ عرو کے جاتے ساتھ ہی نازو بھی فریش ہونے چلی گئی۔

مسز حیدر کے کمرے میں سلام لینے چلی گئی جو اس وقت قرآن کی تلاوت کر رہی تھی۔ حیدر صاحب واک کے لیے چلے گئے۔

اوپر کچن کی حالت صرف پندرہ منٹ میں ہی خراب ہونے لگ گئی۔ عرو کیا بنانے کا

ارادہ ہے۔آلو والے پڑاں ھے کا پاپا کہہ کر گئے ہیں۔

جب عرو کچن میں کام کر رہی ہوتی تو نازو بس کچن کے نین نقش صیحح کر رہی ہوتی ۔کوئی کام کو تو ہاتھ نہیں لگانے دیتی تھی۔اور نہ ہی نازو کو کچن سے باہر جانے دینے تھا۔

حیدر صاحب نے ہاتھ میں موجود شاپنگ بیگ نازو کو پکڑائے۔پاپا آپ کو پتا بھی تھا کہ آج میں ناشتہ بنا رہی ہوں تو کیوں باہر سے لے کر آئے۔حیدر صاحب کی بات سنے بغیر ہی عرو غصہ ہونے لگ گئی۔

بیٹا گھر میں گیسٹ آئے ہیں۔آرام سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔عرو کی اونچی آواز نوٹ کرتے حیدر صاحب نے فوراً ٹوکا۔پاپا صبح صبح کون نمونے کسی کے گھر منہ اٹھا کر آ گئے ہیں۔

شرم کرو عروش۔۔۔۔۔۔۔۔مسز حیدر نے کچن میں داخل ہوتے ہوئے کہا

۔۔۔۔۔۔۔۔مہمان اللہ کی رحمت ہوتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور تم فضول بول رہی ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حیدر صاحب ناشتے کا کہتے کچن سے چلے گئے

تابش کہیں دن دہاڑے ہمیں اغوا تو نہیں کر لیا گیا۔ کہیں یہ لوگوں کو اغوا کرنے کا نیا طریقہ ہو۔ شکل سے بھی تو امیر ہی لگتا ہے. ایک کال اسلام آباد جاتی ہو کہ ہم تینوں لاہور اغوا ہو گئے ہیں۔

اغوا برائے توان۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔میرے گھر والوں نے تو مجھے پیچھے دیکھنے بھی نہیں آنا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔شکر کا کلمہ پڑھنا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اچھی بات ہے تو کہیں اغوا تو ہو جائے میری رخصتی جو کب سے پینڈنگ میں ہے جلد ہو جائے گی

۔۔۔۔۔۔۔۔۔

مزمل کو اپنا دکھ یاد آگیا۔ جو پتا نہیں حسن کی شکل دیکھ کر کتنی بار یاد آتا تھا۔ اوپر سے کال میں بھی پابندی لگائی ہوئی تھی اس حسن کے بچے نے۔

تابش ہم تجھ سے مخاطب ہیں؟ تم کہاں گم ہو گئے؟ تابش کی طرف سے کوئی جواب نہ پا کر مزمل جو اس کے ساتھ صوفے میں بیٹھا تھا اسے ہلایا، کہیں نہیں۔

تابش بس کر۔۔۔۔۔۔۔۔ ابھی تک ایک بریسلٹ کا سوگ منا رہا ہے

۔۔۔۔۔۔۔۔اب بریسلٹ کو چھوڑ۔۔۔۔۔۔ بریسلٹ والی ہی ڈھونڈ لے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

حسن کے کہنے کی ہی دیر ہی وہاں سے حیدر صاحب روم میں داخل ہوئے کس کو ڈھونڈنا ہے؟ حیدر صاحب کے منہ سے یہ الفاظ سنتے ہی تابش نے حسن کو گھورا کہ کوئی فضول نہ بول دینا

کچھ نہیں انکل۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اتنی دیر میں مسز حیدر نے ڈرائیور سے کہہ کر ناشتہ لگوایا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔انکل میں ایک کال ریسیو کر کے آیا

۔۔۔۔۔۔۔۔۔حیدر صاحب سے اجازت لیتے تابش باہر گارڈن میں کال ریسیو کرنے چل پڑا تا کہ وہ لوگ ڈسٹرب نہ ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جی ماما۔۔۔۔۔۔ کل تک

پہنچ جائے گئے

بات کرتے جب وہ اندر پلٹ رہا تھا تو کوئی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔ پتا نہیں کون نمونے ہیں جو منہ اٹھا کر کسی کہ گھر بھی ناشتہ کرنے کے لیے چل پڑے۔ ان کے گھر والے انہیں کبھی بھی دوسری بار سالن نہ دے اور یہاں پاپا کو دیکھو کتنی عزت دے رہے ہیں۔

اتنی محنت سے صبح صبح اٹھ کر پراٹھے بنائے تھے ان نمونوں کے لیے تو ہر گز نہیں بنائے تھے۔ پتا نہیں کس منہ سے ناشتہ کر رہے ہو گئے۔ عرو کی یہ لائن سنتے۔ تابش نے بے ساختہ فرنٹ کیمرے میں اپنی شکل دیکھی سب اتنی لاشعوری طور پر ہوا تھا کہ بعد میں اس کے منہ سے استغفر اللہ نکالا۔

اتنی محنت اور محبت سے دیسی گھی لگا لگا کر بنائے تھے۔ اب نازو پراٹھے بنا رہی تھی اور عرو اس کے پاس کھڑے اپنا دکھ ا سنا رہی تھی۔

عرو کوئی بات نہیں میں اور بنا دیتی ہوں اور ویسے بھی آرام سے بولو آواز چلی جائے

گی ایسے اچھا نہیں لگتا۔ ناز و بار بار اسے تسلی دے رہی تھی۔ اب ان نمونوں کی وجہ سے میں آرام سے بھی بولو۔ ناز و تم بول رہی ہو یہ میرا گھر ہے نہ کہ ان نمونوں کا۔ جو ان کی وجہ سے میں آرام سے بولو میں ایسے ہی بولتی ہوں اور بولو گی۔ اللہ کرے جو جو آلو کے پراٹھے اور آملی کی چٹنی، رائتہ کھائے تو ہفتہ بھر بیڈ سے اٹھ نہ سکے۔ اللہ کرے اس کے پیٹ میں ڈھیر سارے مڑور پڑے۔ کھا کر تو دیکھائے میرے ہاتھ کے پراٹھے۔ عرو ناز و کے اتنا منع کرنے کے باوجود بھی کہاں چپ رہنے والی تھی۔ تابش سے بے ساختہ ہاتھ پیٹ میں رکھا۔ استغفراللہ کتنی لمبی زبان ہے اور کچھ ایکسٹرا ہی فضول بھول رہی ہے۔

تابش ناشتہ کرنے کے لیے بیٹھ گیا۔ اس کی ہمت بھی نہیں ہوئی کہ وہ غلطی سے پراٹھوں کی طرف دیکھے۔ اور ایک نگاہ اپنے دونوں یاروں کو جو اس وقت بڑے مزے سے پراٹھے کھانے میں مصروف تھے ساتھ ساتھ کسی کی بددعائیں بھی لے رہے تھے۔ بیٹا آپ بھی کچھ لے۔ مسز حیدر نے تابش کو دیکھا جو کسی گہری سوچ

میں گم تھا۔ماں اور باپ کی آواز شہد سے زیادہ میٹھی اور بیٹی کی زبان کریلے سے زیادہ کڑوی۔

جی آنٹی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ بس اتناہی کہہ سکا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کھاناتو حلق سے اترناہی نہیں تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ریڈی میڈ کھانے کی طرف ہمت کرتاہاتھ بھرائے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔پراٹھے اس کی فیورٹ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خوشبواتنے مزے کی مگر جتنا کچھ سنا تھا کانوں نے۔۔۔۔۔۔۔اب اس نے پراٹھے دیکھ کر کانوں کو ہاتھ لگالیا۔

بیٹاپراٹھاتو ٹیسٹ ہی نہیں کیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حیدر صاحب کے الفاظ کی علاوہ اور بھی الفاظ گردش کررہے تھے۔بس انکل زیادہ آئلی ہیں۔

تابش نے اپنی طرف سے بہت ہی سولڈ ریزن پیش کیا۔جس کہ جواب میں حیدر صاحب بولے کوئی نہیں آئلی آج کی نسل کو ویسے بھی یہ دیسی چیزیں کہاں ہضم ہوتی ہیں۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

فاسٹ فوڈ کھا کھا کر اپنی صحت خراب کر لی ہے۔ساتھ اس کی پلیٹ میں پراٹھا رکھا۔

میری بیٹی بہت اچھے بناتی ہے۔حیدر صاحب نے کہا۔حسن اور مزمل نے ہاں میں

سر ہلایا۔ساتھ تعریفی کلمات بھی کہے۔

پہلا نوالہ توڑتا۔۔۔۔۔۔کانوں میں وہی سریلی آواز گونجی۔۔۔۔۔۔ہمت کرتا

نوالہ منہ میں لے کر گیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جتنا مزے کا تھا اتنے مزے کی

باتیں بھی تھی.۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ناشتہ کرتے انکل کو خدا حافظ کہتے تینوں چلے گئے۔اب دونوں مسز حیدر کے سامنے

پیش تھی۔گھر میں گیسٹ آئے تو بندہ سلام ہی کر لیتا ہے.

آپ ان نمونوں کو گیسٹ کہہ کر کم از کم گیسٹ کی انسلٹ تو نہ کرے

۔۔۔۔۔۔۔۔کوئی کسی کہ گھر دن دہاڑے،خالی ہاتھ آتا ہے.

اتنا ہی نہیں ہوا کہ جب منہ اٹھا کر آ رہے تھے تو کچھ لے بھی آتے مفت میں روٹیاں

توڑنے آ گئے تھے۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

نازو بھی عرو کی وجہ سے نہیں گئی تھی۔ کیوں کہ عرو نے منع کر دیا تھا کہ ان نمونوں سے جب میں نہیں مل رہی تو تم بھی نہیں ملوں گئی۔

انہوں نے میرا بہت زیادہ دل اور خون چوسا تھا۔ عرو دل کیسے چوستے ہیں؟ نازو نے کہا پتا نہیں پر اگر کبھی ان سے زندگی میں ملاقات ہوئی تو اپنے پراٹھوں کا حساب لوں گی۔

****

تابش کو باہر جاتے یاد آیا کہ انکل کا نمبر ہی لے آئے اندر آتے ہوئے اپنی بہت ہی زیادہ عزت افزائی سنتے الٹے قدموں سے واپس چلا گیا۔ وہ عرو کو دیکھ نہیں سکا اس کی بیک اس کی طرف تھی۔

استغفراللہ۔۔۔۔۔۔۔ باقاعدہ کانوں کو ہاتھ لگا کر کہہ۔ اللہ ایسی مخلوق سے مجھ جیسے معصوم کو محفوظ رکھے۔

آخری الفاظ یہ کہتا۔ حیدر ہاؤس کو آخری نگاہ دیکھتا الوادع کہتا اپنی منزل کی جانب بھرا۔ پر اس کو کیا پتا اس گھر میں دوبارہ اسے آنا ہے، پر تب اس کی دل کی دنیا ویران ہو جائے گی۔

وہ اس در پر سوالی بن کر آئے گا۔ جس کا کشکول محبتوں سے خالی ہو گا۔

۔۔۔۔۔۔۔اسی کی سانسوں کا سوال ہو گا۔ جب وہ واپس لاہور پلٹے گا۔

کار میں تینوں حیدر صاحب کی تعریف کر رہے تھے کتنے اچھے مہمان نواز تھے۔

تابش کی کانوں میں جب بھی وہ آواز گونجتی۔ لب بے ساختہ استغفر اللہ کا ورد کرتے۔

اکتوبر کا آج آخری دن تھا۔ صبح سے موسم نارمل تھا۔ مگر رات کے آٹھ بجے سے ہوائیں تیز چل رہی تھی۔ موسم نے ایک دم انگارائی لی تھی۔ تینوں سامان پیک

کرتے رات کے دس بجے بس سینڈ آئے۔

عجیب اور پراسرار سی خاموشی تھی۔ چہل قدمی تو تھی مگر معمول سے کم۔ مگر ایک عجیب سا سناٹا چھایا ہوا تھا۔

حسن کھانے پینے کی چیزیں لینے شاپ پر چلا گیا۔ مزمل گھر والوں سے باتوں میں مصروف۔۔۔۔۔۔۔۔

تابش بس کے پاس کھڑا بے مقصد آسمان کو گھور رہا تھا۔ دل بے چین تھا وجہ سمجھ سے باہر تھی۔

تیرا یہ پہلا سفر ہرگز نہیں ہوگا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔تو دوبارہ اس جگہ لا کر کھڑا کر دیا جائے گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایک وقت تو تقدیر سے بھاگے کا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مگر اس دن تقدیر سے تیرا سامنا ہوگا۔

بہت کچھ کھونا ہے تجھے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔زندگی کھو جانے کا نام ہے۔ آسمان کو گھورتے جب یہ آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی تو نگاہیں نیچے کرتا سامنے دیکھا۔

جہاں ایک بزرگ، گرین جھولے پہنے، ہاتھوں میں پتا نہیں کون کون سے پھتر زیب تن کیے۔ گردن پر مختلف مالا پہنے ہوئے۔بے تاثر تابش کو دیکھ رہے تھے اب ان کے لب خاموش تھے

شائد وہ سامنے والے کو سننا چاہتے ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔تابش نے جیب میں ہاتھ ڈالتے کچھ نوٹ ان کے آگے بھرائے یہ لے اور جائے۔۔۔۔۔

یہ پیسہ اپنے پاس رکھ جس لہجے میں کچھ دیر پہلے نرمی تھی اب سختی آ گئی۔ہوائیں تیز ہونے لگی۔

بجلی کی چمک دونوں کے چہروں میں پڑی۔پہلے اس بابا کے چہرے میں فکر ہی اب سختی۔تابش کا چہرہ تاثرات سے پاک۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

تابش کے پیسوں والا ہاتھ آگے ہی بھرا ہوا تھا۔۔۔۔۔۔اب لے کیوں نہیں رہے تابش نے بابا کو دیکھ کر کہہ۔آپ یہ سب اس لیے کہتے کہ بڑی موٹی رقم آپ کے ہاتھ میں آئے۔لوگ یہ سن کر ڈر جائے اور آپ لوگوں کا کاروبار چلاتا رہے۔

غلطی کر رہا ہے بہت بڑی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جس بیماری میں تو پڑ جائے گا اس کا علاج کسی

حکیم یا ڈاکٹر کے پاس بھی نہیں ہو گا۔

اب آپ یہ کہے گئے مجھے محبت ہو جائے گا۔ نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

تابش کی بات سنتے اس بابے سے فوراً نہیں کہا۔۔۔۔۔۔۔آواز میں دہشت تھی

۔۔۔۔۔۔۔کچھ دیر تو تابش کا دل بھی تھم سا گیا۔

اسے کھو کر تو پچھتائے گا.

کسی کے لیے روئے گا

کسی کی یاد راتوں کو تڑپائے گی.

اسے پوری کائنات میں ڈھونڈے گا

پر وہ تمہیں کہی نہیں ملے گی.

تم اس سے عشق کر بیٹھو گئے

وہ عشق تمہیں کہی کا نہیں چھوڑے گا

وہ کہتے جا رہے تھے وہ سنتا جا رہا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اگر جس سے عشق کروں گا تو وہ میرے پاس بھی ہو گی اسی کوئی چیز نہیں جو تابش لے نہ سکے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ بابے کے چہرے میں پہلے بے تحاشا ہنسی آئی پھر ہنستے ہنستے رو پڑے۔

اس نے کہا تھا عشق ڈھونگ ہے

میں نے کہا تجھے عشق ہو خدا کرے

کوئی تجھ کو اس سے جدا کرے

تیرے ہونٹ ہنسنا بھول جائیں

تیری آنکھیں پر نم رہا کریں

تجھے عشق کی وہ جھڑی لگے

تو ملن کی ہر پل دعا کرے

www.novelsclubb.com

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

توگلی گلی میں پھرا کرے

تو نگر نگر میں صدا کرے

تجھے عشق کا پھر یقین ہو

اسے تسبحوں میں پڑھا کرے

میں کہوں کہ عشق ڈھونگ ہے

تو نہیں نہیں کی صدا کرے

پروین شاکر

آواز دور سے دور ہوتی جارہی تھی۔ایک ایک کرتا بارش کا قطرہ تابش کو بھگو رہا تھا۔ وہ بے مورت، بے جان سا کھڑا سن رہا تھا۔وہ باتیں اس کے دل ودماغ میں گونج رہی تھی۔

تابش یوں کیوں کھڑے حسن کی آواز میں بھی جب کوئی حرکت نہ ہوئی تو حسن نے اسے بازو سے جھنجھوڑا۔ہاں حسن کیا ہوا۔

تابش تم بھیگ گئے ہو چھتری اس کے اوپر کی۔اتنی دیر مزمل بھی بچتا بچاتا ان کے پاس آیا۔شکر ہے میں خشک ہوں جا تابش ڈریسنگ روم جا کر ڈریس چینج کر آ۔ بس اپنی منزل پر روانہ ہو گی۔یہ تو صرف تابش اور حسن ہی جانتے تھے ان کے دل پر کیا گزر رہی ہیں۔

بیگم صاحبہ بس کر دے آج کتنا ناشتہ بنانا ہے ایک تو آپ کی عمر اور آپ کے شوق بس کر دے اپنے نواب زادے کو اتنا بھی سر پر نہ چڑھایا کرے۔امجد صاحب اخبار پڑھتے ایک نگاہ کیچن میں ڈالتے مخاطب ہوئے جہاں ان کی بیگم صاحبہ دو گھنٹے سے کیچن میں پتا نہیں کیا بنانے میں مصروف تھی۔

مسز امجد کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ ناشتے کی ٹیبل کو مختلف اقسام کی ڈشز سے سجا لے۔ایک ہفتے بعد ان کا تابی واپس آیا تھا اور یہ ایک ہفتہ کوئی ان سے پوچھتا کہ کیسے گزرا اس کے بغیر

جلن انہیں اس بات کی تھی کہ یہ ساری خدمات ان کے لیے نہیں بلکہ ان کے نواب زادے کے لیے۔اور نواب زادے کا کوئی آتا پتا نہیں تھا۔مطلب ان کا لاڈلا صاحب ایک ہی کام میں بزی ہوتا تھا آپ سب ریڈرز اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جانا کہ ان کا لاڈلا صاحب سکون سے نیند پوری کر رہا ہو گا۔یہ شوق ہماری ہیروئن کے ہوتے ہیں ہیرو کے نہیں۔ہیرو صاحب کا پسندیدہ مشغلہ صرف موبائل یوز کرنا تھا امجد صاحب بہت اچھے سے جانتے تھے ان کا نواب زادہ کہاں مصروف ہو گا۔چلے ایک نظر ڈالتے ہیں ان کے نواب زادے پر۔ڈالنے کی کیا ضرورت ہے وہ خود ہی تشریف لا رہا ہے۔سیڑھیاں اجلت میں اترتا ایک ہاتھ میں واچ سیٹ کرتا،ہینڈ فری کانوں سے لگائے فون پاکٹ میں، گرے پینٹ، بلیک شرٹ، گرے واچ، بلیک جوگر، بالوں جل سے سیٹ کیے ہوئے، ہلکی سی ڈارھی، سفید رنگ میں سامنے والے کو پلٹنے میں ضرور مجبور کر دیتا تھا۔

سیڑھیاں اترتا ایک نگاہ باپ پر ڈالتا آنکھ ونک کرتا کیچن میں گھس گیا۔محبت بھری

نظروں سے اپنی ماں کو دیکھتا پیچھے سے ہگ کیا۔ حسینہ بیگم مسکرا دی۔وہ جانتی تھی ان کا لاڈلا آچکا ہے اب بس ایک ہی کام ناشتہ اور موبائل۔ نجمہ جلدی سے ڈائنگ ٹیبل سیٹ کیا،اپنے سامنے پسند کا ناشتہ دیکھ کر اپنے باپ کو دیکھتے ایک نوالہ منہ میں ڈالا،نوالی ڈالتا کسی کے الفاظ اس کے کانوں میں گونجے۔استغفر اللہ بے ساختہ لبوں سے ادا ہوا اور چہرے میں ایک انجانی سی مسکراہٹ آگی.

ویسے میرا دل کر رہا ہے جس نے بھی ناشتہ بنایا ہے میں اس کے ہاتھ چوم لو۔ویسے دل کرنے کی کیا بات ہے یہ کر ہی لیتا ہوں۔ تھوڑا سا جھک کر آنکھ ونک کرتا ماں کے ہاتھوں کو چوما،امجد صاحب اپنے نواب زادے سے صبح صبح کسی بحث کے موڈ میں نہیں تھے

اگر وہ تابش کی شان میں کچھ بول دیتے تو انہیں اپنی بیگم کو منانے کے لیے کم از کم پچاس ہزار خرچ کرنا پڑتا اور ہر دوسرے تیسرے دن ان کے نواب زادے کی وجہ سے ان کی جیب لازمی ڈھیلی ہوتی ایک نگاہ تابش پر ڈالتے جو مزے سے جلا دینے

والی سمائل پاس کرتا ناشتہ کر رہا تھا

ایک نگاہ اس کے ساتھ بیٹھی اپنی بیگم میں ڈالتے جو اپنے ہاتھوں سے نوالہ بنا کر کھلا رہی تھی۔ واپس اپنے ناشتے میں مصروف ہو گئے۔ امجد صاحب کیا ہو گیا کیوں میرے بچے کو یوں دیکھ رہے ہیں ماشاءاللہ بولے کتنا پیارا لگ رہا ہے کہیں نظر ہی نہ لگ جائے۔ حسینہ بیگم نے کہا۔

امجد صاحب نے جلا دینے والے انداز سے کہا غلطی سے میری بیوی پر ہی چلا گیا ہے.

تابش کو اکلوتا ہونے کا سرٹیفکیٹ حاصل تھا یہ جو اکلوتا ہونے کا سرٹیفکیٹ ہوتا ہے یہ ایک ایسا سرٹیفکیٹ ہے جیسے آپ جب مرضی کیش کروا سکتے ہیں.

جب اپنی بات منوانی ہو تو لفظ اکلوتا ہی کام آتا ہے. مطلب آپ سب میرے لیے نہیں کرے گے تو کس کے لیے کرے گئے؟

امجد صاحب نے آرمی جوائن کرنے کا کہا. مگر حسینہ بیگم نے صاف منع کر دیا لفظ اکلوتا زیر بحث آگیا کہ وہ کیسے اپنی اکلوتی اولاد کو اپنی آنکھوں سے دور کرے۔

یہاں باپ کی خواہش ہمیشہ کی طرح رد. ناشتے سے فارغ ہوتا باپ کو زبردستی ہگ کرتا، ماں کا ماتھا چومتا یونی کے لیے نکل گیا۔

لیپ ٹاپ کار میں رکھتا خود ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی۔ جب سے لاہور سے آئے تھے پتا نہیں کتنی دفعی اللہ کا شکر کر چکا تھا کہ ابھی تک وہ صیحی سلامت ہے۔

کسی نے بد دعا دینے میں کوئی کسر تو نہیں چھوڑی تھی

******

کسی نے بد دعا دینے میں کوئی کسر تو نہیں چھوڑی تھی۔

کار پارکرتا یونی کے اندر داخل ہوا جہاں بہت سے لوگ اس کے منتظر تھے. ایک نگاہ سب میں ڈالتا ہیلو ہائے کرتا دور کھڑے اپنے گروپ کے پاس پہنچا۔

حسن نے ایک نگاہ تابش میں ڈالی۔ آگیا تابی اب موبائل نے اس سے پناہ مانگنی ہے کہ کس کے ہاتھ لگ گیا. آگے ایک ہفتہ موبائل نے سکھ کا سانس لیا ہو گا.

حسن کی آواز اتنی اونچی تھی کہ پاس آتے تابش کو واضح سنائی دے۔ حسن تو اونچی ہی بول رہا تھا تاکہ تابی کہ کان بھی سن سکے۔

تابی نے آتے مکا منہ میں مارا واپس آجاؤ پرانی روٹین میں بہت کر لیا ایک ہفتے انجوائے۔۔۔۔۔۔۔۔

تابی بریسلٹ والی کا دیدار خوابوں میں ہوا کہ نہیں. مزمل نے جان کر تابی کو تپ چڑھانے والی بات کی. اس سے پہلے تابی مزمل کی بھی خاطر تواضع کرتا. حسن نے ایک نگاہ واچ میں ڈالی اور دونوں کو کلاس میں جانے کا کہتا خود کنٹین میں چلا گیا.

کلاس روم میں پہلے سے ہی سر باجوہ لیکچر دینے میں مصروف تھے۔اجازت کے بغیر روم میں داخل ہوتا اپنی مخصوص سیٹ میں بیٹھ گیا۔ سر باجوہ نے لیکچر کے دوران ہی تابش کو گھوری سے نوازا۔ غصیلی گھوری کا جواب تابش نے چہرے میں بڑی سی مسکراہٹ سجا کر دیا.

جس کے نتیجے میں سر باجوہ کی آنکھیں اور پھیل گئی۔ مطلب حد ہے اس کو کسی بات

کا اثر ہو جائے۔ لیکچر ختم ہونے کے بعد اپنا ایک ہی جملہ دوبارہ دہرایا. کسی کو کچھ سمجھ نہیں آئی تو پوچھ لے.

ساری کلاس نے نفی میں سر ہلایا کہ سمجھ آگئی ہے. صرف روم میں ایک ہاتھ کھڑا تھا وہ تابش مرزا کا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

سر باجوہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ جو لیکچر لیٹ آنے کی وجہ سے مس ہوا ہے اب اسے سمجھنا پڑے گا۔

سیکنڈ روکی فرنٹ چیر سے کھڑا ہوتا سر سے کچھ فیصلے میں کھڑا ہو گیا. سر کیا آپ کے سیل میں ایف بی ہے؟ پہلے شوکڈ میں سب سٹوڈنٹس نے تابش کو دیکھا جب بات سمجھ آئی تو سب کا قہقہ بلند ہوا۔

خاموشی کو قہقے کی گونج نے توڑا۔ ایکسوزمی سر جلدی سے موبائل نکالے۔ مانوں جیسے ٹرین چھوٹ رہی ہو. سر نے ہڑبڑا کر ایک نظر تابش کو دیکھا کہ وہ اتنے اہم لیکچر کے دوران کہاں سے موبائل لے آیا۔

بے خودی کی کیفیت میں سر نے سیل جیب سے نکالا۔تابش نے ہاتھ بھرا کر سیل

تھاما.آن کرتا سامنے نظر لاک میں پڑی۔

سر ایسا بھی کیا ہے سیل میں اس عمر میں بھی لاک؟آنکھ ونک کرتا سر کو حیرانی ممیں

ڈال گیا سیل سر کے آگے کیا۔

سر باجوہ کشمش کی حالت میں تھے۔

لاک کھول کر دیا اس کہ بعد تابش نے ایف بی اوپن کی۔سرچ کے اوپشن میں سرچ

کرتا گروپ کا نام اوپن کرتا ریکوسٹ بھیج دی۔

سر یہ میرا گروپ خواب نگری ہے۔300کے ہونے میں صرف ایک میمرز کی

کمی تھی تو اب وہ بھی پوری ہو گی ہے۔

سر آپ مجھے مبارک باد نہیں دے گئے کہ آپ کے سٹوڈنٹ کے ایف بی کی دنیا

میں اتنے فین ہیں۔

ابھی آپ نیو ہیں آہستہ آہستہ سب جان جائے گئے؟

ضروری ہدایات دینے کے لیے جیسے ہی لب کھولنے ہی والا تھا پیچھے سے ایک ساتھ ساری کلاس نے ہدایات دینا شروع کر دی۔

سر نے بے یقینی کی کیفیت میں ایک نگاہ اپنے ساتھ کھڑے تابش میں ڈالی جب کہ دوسری نگاہ سارے سٹوڈنٹس پر جن کہ قہقہے بند ہونے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے۔

اپنا ضروری سامان لیتے کلاس روم سے باہر چلے گئے۔آج ان کا یونی میں تیسرا دن تھا پہلے دو دن تابش کے غیر حاضر کی وجہ سے اچھے گزار گئے تھے۔

اب باقی کہ دن کیسے گزرے گئے؟ یہ صرف وہ سوچ سکے۔

انہیں یہ سوچ کر ہی سر چکر آنے والا ہو گیا تھا کہ ہر یونی میں وہ ہٹلر کے نام سے مشہور تھے مگر یہاں کے بوائز کو ہینڈل کرنا مشکل لگ رہا تھا.

جتنا سٹاف سے سنا تھا تابش کہ بارے میں وہ صیحی تھا۔سر باجودہ نے سر تھامے سٹاف روم کا رخ کیا۔

شوکت کو کافی کا کہتے کرسی کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔

نومبر کی ابتدا تھی۔لاہور کا موسم سرد ہو رہا تھا ایسے میں ہاتھوں میں کافی کا مگ لیے

نازو اور عرو باتیں کرنے میں مصروف تھیں

دونوں کے آگے بکس اوپن تھی۔نازو کافی کا سیپ پیتی عرو کی اسائمینٹ بنانے میں

مصروف تھی

اور عرو ساتھ ناول پڑھتی نازو کے ساتھ تبصرے کر رہی تھی.

روم میں جتنے ناولز پڑے تھے اتنی وافر مقدار میں کوئی اور چیز موجود نہیں تھی.

کبھی وہ حیا کے جہاں کے مل جانے میں خوش ہوتی۔

کبھی وہ سالار کی محبت کو دیوانوں کی طرح پڑھتی.

امامہ کی قسمت میں رشک کرتی۔

علیزے کا عمر کے جدا ہونے میں گھنٹوں اس کے ساتھ آنسو بہاتی۔

فرشتے پر ترس کھاتی کیسے اس کی ساری اچھائیوں کو پل بھر میں بھلا دیا.

کبھی فارس، زمر کی داستان پڑھتی.

دوسری طرف تابش مرزا کی زندگی میں جہاں ایک طرف ماں، باپ کل کائنات تھے وہاں ان کے علاوہ مزمل، حسن میں اس کی جان بستی تھی۔

تیسری اور اہم چیز جو تابش کی زندگی کا حصہ تھی وہ اہفِ بی دنیا۔زندگی ان سب سے شروع ہو کر ان سب میں ہی مکمل ہو جاتی تھی۔

انجوائے

مستی فن

سب تو تھا زندگی میں اسے اب زندگی میں کچھ مانگنے کی طلب بھی نہیں تھی اسے ایسا لگتا تھا بغیر اس کی یہ سوچ وقت کے ساتھ اس کے ہر نظریہ کو بدل کے رکھ دے گئی

۔

جب دیکھو آنلائن کبھی کسی پوسٹ میں تبصرے، کبھی کسی میں لائک، کومنٹ.

عروجب یونی سے واپس آؤ تو لازمی میرے لیے یہ سب چیزیں لے آنا صبح سنڈے ہیں تو انکل گھر ہو گئے تو رات کا ڈنر میں سپیشل بناؤں گی۔

ابو سے جا کر پوچھ کر بھی آ جاؤ کہ صبح جب واک کرنے جائے گئے تو پھر کسی راہ گزار کو تو ناشتہ نہیں کروانے گھر لے آئے گئے.

عرو حد کرتی ہو۔ جلدی جاؤ پھر تمہیں لیٹ ہو جائے گا۔

ان تینوں کو کوستی یونی کے لیے روانہ ہو گئی.

یونی کے بعد نازو کی کہنے پر چیز لے کر جب گھر واپس آ رہی تھی تو ایک بک شاپ میں رکتی تین، چار ناولز لیتی گھر آئی.

ساری چیزوں کو وہاں ہی رکھتی خود اپنے روم میں چلی گئ۔

ابھی فریش ہو کر آئی ہی تھی کہ نیچے سے حیدر صاحب کی آواز آنے لگ گئ وہ عرو کو آوازیں دے رہے تھے۔

باپ کی آواز سنتی فوراً نیچے کو گی ان کے ہاتھ میں عروش کے ناولز تھے۔"میرے حق حلال کے پیسے تم ان فضول سی چیزوں میں اڑاتے ہوئے زرا سا بھی افسوس نہیں ہوتا.

دکھ، درد ان کی آواز سے دیکھ رہا تھا۔ایک نظر عرو نے نازو کو دیکھا کہ وہ پاپا کے آنے سے پہلے اٹھا لیتی۔آنکھوں سے اشارہ کرتی حیدر صاحب کے پاس آئی.

اچھا پاپا آپ ناراض مت ہو میں آئندہ کبھی بھی نہیں خریدوں گی۔

حیدر صاحب نے ایک نگاہ عرو پر ڈالی جوان کے ساتھ صوفے میں بیٹھی کندھے میں سر ٹیکائے بڑے لاڈ سے منا رہی تھی۔

پر ہمیشہ وعدہ کرتی اور اگلے دن وعدہ بھول بھی جاتی۔پاپا آپ ایسے مت دیکھے اس

بار میں سچ کہا رہی ہوں۔

حیدر صاحب کو اپنی طرف گھورتا دیکھ فوراً سے سیدھی ہو کر کہنے لگی۔ساتھ ڈرائیور کو آواز دیتی ناولز اس کے ہاتھوں میں تھما دیے

انکل آپ جا کر واپس کر آئے۔ڈرائیور نے عروبی بی کے حکم کی تکمیل کرتا چلا گیا.

عرو مڑ مڑ کر حیدر صاحب کو دیکھ رہی تھی ابھی وہ آواز دے گے کہ رہنے دو آخری بار۔۔۔۔۔۔۔۔۔آئندہ مت لینا۔ہمیشہ کی طرح ان کی آواز کی منتظر تھی۔پر وہ کچھ نہیں بولے۔

وہ بھی عرو مغل کے باپ تھے اچھے سے اس کے سارے ڈرامے جانتے تھے۔کہ سب ان کی بیٹی کو ڈرامہ ہی کرنا ہوتا ہے اور کچھ نہیں۔پر اس بار انہوں نے اس کا ڈرامہ اس پر ہی الٹا دیا.

مدد کن آنکھوں سے ماں اور نازو کو دیکھا کہ وہ حیدر صاحب کو کہے کچھ نہیں ہوتا لاسٹ ٹائم ہے آئندہ سے نہیں کرے گی پر آج وہ دونوں بھی چپ بیٹھے تھے۔

ماما یونی سے تھک کر آئی ہو اور بازار گھوم کر بھی کھانا ملے گا۔ نازو اٹھتی لنچ لگانے کے لیے چلی گئی۔

نازو کی بچی تمہارے منہ میں دہی جم گیا تھا جو تم مجھ معصوم کے حق میں کچھ بھی نہیں بولی۔

اب میں رات کو کیا کروں گی۔ ایک گھنٹہ مشکل سے ڈھونڈ کر لیے تھے اب وہ بھی چلے گئے۔

لان میں مسلسل ٹہلتے اپنے ناولز کو یاد کر رہی تھے۔ چیئر میں بیٹھی نازو نے اسے اتنی دفعہ کہہ دیا تھا اب بس کرو سوگ ختم کر کے پڑھائی کر لو۔ مگر ابھی تک اس کی سوئی اپنے ناولز میں اڑی ہوئی تھی۔

تھک ہار کر نازو کے برابر والی چیئر میں بیٹھ گئی۔ نازو اب میں کیا کروں گی نازو کا ہاتھ تھامتی بولی۔ نازو بس اس کی بے وقوفیوں پر ہنس سکی۔

کچھ یاد آنے میں نازو کا ہاتھ چھوڑتی موبائل اپنا نازو کی گود سے لیتی ایف بی اوپن کی

۔سرچ کے اوپشن میں کچھ سرچ کرنے لگ گئی۔

عرو کیا یاد آگیا ہے اب تمہیں؟ نازو اس کی افراتفری دیکھتی بولی پر اس وقت عرو

کسی سوال کا جواب دینے کے موڈ میں نہیں تھی۔

کچھ نظر آنے میں خوشی سے اچھلتی موبائل زمین بوس کر بیٹھی۔ عرو تم پاگل واگل

تو نہیں ہو گی نازو نے زمین سے موبائل اٹھاتی گویا ہوئی۔

اگر اسے نہیں تو میں موبائل میں ناولز ریڈ کر لو گی. ایف بی کے گروپ جوائن کرتی

نازو کو جواب دیا۔ تم سچ میں پاگل ہو۔ تمہیں لت لگ گئی ہیں ناولز کی۔اپنی عادتیں

بدلو۔

عادتیں نہیں بدلی جاتی نازو کی بات سن کر عرو نے جواب دیا۔بدلی جاسکتی ہے بس

کوشش کرو. وہ فطرت ہوتی ہے جو انسان کی نہیں بدلتی۔نازو میز سے پلیٹ اکھٹی

کرتی بولی۔

عادتیں آہستہ آہستہ فطرت بن جاتی ہے اب میری یہ عادت کبھی نہیں بدل سکتی۔

موبائل پر فل فوکس کرتی نازو کو جواب دیا۔

عادتیں اچار نہیں ہوتی جو ڈال لی جائے

عادتیں دیمک کی طرح ہوتی ہیں یہ لگ جاتی ہیں۔

اور مجھے ناولز کی عادت دیمک کی طرح لگ چکی ہے،دیمک جس طرح لکڑی کو ختم کر دیتی ہے یہ مجھے بھی کر دے گی لیکن کبھی بدلے گی نہیں۔نازو عروکا فلسفہ سن کر سر کو تھام لیا۔

اور میز سے برتن اکھٹے کرتی اندر کی جانب جانے لگی جب عرو نے اسے روکا.

جب تک میں یہاں ہو تم بھی یہاں ہی بیٹھوں۔اور ویٹ کروں ان ایڈمن کا کہ ریکوسٹ ایکسپٹ کر لے۔

نازو برتن رکھتی واپس بیٹھ گئی۔کچھ دیر بعد نوٹیفکیشن آنے پر عروش کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں رہا۔

نازو نے لاکھ منع کیا کہ مت پڑھو ناولز آئن لائن اپنی آنکھوں آنکھوں کا کچھ خیال کرو۔ مگر وہ عروہی کیا جو نازو کی بات مان جائے بلکہ اسے بھی اپنے ساتھ شامل کر لیتی تھی۔

گروپ کو اوپر نیچے سکرول کرتی ایک نظر ایک ناول کے نیم میں پڑھی منتظر تیری چاہتوں کی۔

نازو دیکھو کتنا اچھا نام ہے۔میں اب یہ ریڈ کرتی ہوں۔ ٹھنڈ میں اضافہ ہو رہا ہے نازو کے کہنے میں وہ اپنے کمرے میں سونے کے لیے چلی گئی اور نازو اپنے کمرے میں۔

www.novelsclubb.com

****

وقت گزر رہا تھا سب اپنی اپنی زندگیوں میں مصروف تھے حسن چاہ کر بھی اس آواز کو بھول نہیں پا رہا تھا۔ ایک آس، ایک امید تھی۔

اس آواز کو اپنے سامنے محسوس کرنے کی۔

تابش سارا دن مصروف گزار کر رات کو کسی پہر اسے اس بریسلٹ کی یاد آتی اس کے ساتھ وہ آوازیں بھی اس کے کانوں میں گونجتی جتنا نہیں سوچنا چاہتا تھا اتنا ہی وہ اس آواز کو یاد کرتا.

سمجھ سے باہر تھا کہ وہ یاد کر رہا تھا کہ وہ خود یاد آ رہی ہے۔پر ایک بھی دن ایسا نہیں گزرا تھا جب اس لڑکی کو یاد کرتے اس کے چہرے میں مسکراہٹ نہ آئی ہو۔

نازو کی زندگی صرف عرو کے گرد ہی رہ گئی تھی۔اس کی باتیں سننا،اس کی خوشی میں خوش ہونا۔

عرو کے ہاتھ میں وہی بریسلٹ ہر وقت موجود ہوتا تھا کسی کہ ہونے کا احساس دلاتا تھا۔جب سے اسے وہ بریسلٹ ملا تھا اس دن سے ہی اس کے ہاتھ میں موجود تھا۔

عرو کی زندگی خیالی دنیا سے شروع ہوتی وہی ختم ہو جاتی۔یہ جانے بغیر جو افسانے وہ پڑھتی ہے ایک دن وہ بھی انہی افسانوں کا حصہ بن جائے گی.

کبھی فاطمہ کے عمر کے بچھڑ جانے پر فاطمہ کے ساتھ آنسو بہاتی۔کبھی لندن کی

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

تنہائیوں میں فاطمہ کا غم محسوس کرتی۔

کبھی عمر جب زویا کی موت پر روتا تو اس کے ساتھ غمگیں ہوتی۔

فاطمہ نے جب عمر کو پالیا تو ان کی خوشی میں خوش ہوتی۔

کبھی وہ ارحا کی قسمت میں ناز کرتی کہ اس کی فیملی نے کیسے اسے مشکل وقت میں سنبھالا۔

کبھی وہ علی کی محبت دیکھ کر ارحا کی قسمت پر رشک کرتی۔

اتنے گھنٹوں بیٹھ کر اس جہاں کا سفر کرتی جو اسے اس جہاں سے دور لے جاتا جہاں محبتیں مل جاتی ہیں جہاں خواہشوں کی تکمیل ہوتی ہے۔

کبھی منان کو دیکھ کر افسردہ ہوتی زینب پر افسوس کرتی۔۔۔۔۔۔۔

کبھی وہ رمل کی محبت پر رشک کرتی کیسے وہ اپنا سب کچھ چھوڑ کر رخشان کے پاس آئی۔

رخشان، رمل کو دیکھ کر سچی محبت پر یقین ہوتا نظر آنے لگا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

کبھی رومان، طیبہ کو دیکھ کر ان کی قسمت پر ناز کرتی کہ کیسے دور رہ کر بھی قسمت کی

ڈور نے انہیں ایک ڈور میں جوڑے رکھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

وہ ایک خیالی دینا میں جی رہی تھی یہ جانے بغیر کہ قسمت نے اسے بھی ایک داستان

بنا دینا ہے۔ایک نہ بھولنے والا قصہ۔۔۔۔۔۔

اسے کیا پتا کہ وہ ناولز کے کرداروں میں رونے والی لڑکی خود اپنی زندگی میں بھی

آنسو بہائے گی۔

اسے کیا پتا رشتوں کی قیمت اسے دل توڑ کر ادا کرنی پڑے گی

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

رات کے پورے بارہ بجتے ساتھ ہی ایک ہوٹل میں بھرپور ہلے گھلے کا شور بھرپا

ہوا. ساتھ ہی آتش بازی اور پتا نہیں کیا کچھ آسمان کی زینت بنتے نظر آئے.

یہ کوئی اور نہیں بلکہ حسن، مزمل اور تابش تھے جو گروپ کو پورے تین سال مکمل

ہونے کی خوشی میں پارٹی کر رہے تھے۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ہوٹل کے اوپن ایریا میں جہاں ہر طرف بلون بکھیرے ہوئے تھے وہاں فرنٹ سائیڈ میں ایک نام پوری آب وتاب سے چمک رہا تھا. خواب نگری کا سفر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

کیک کھا کم بلکہ ایک دوسرے کے فیس کے نقش زیادہ بگاڑنے میں مصروف تھے۔ تابش میں نے تیرا سیل توڑ کر رکھ دینا ہے اگر دوبارہ سیل یوز کیا۔ حسن کی بات سنتے مزمل کے چہرے میں طنزا مسکراہٹ آئی. تجھے توڑنے کے علاوہ کبھی کچھ آتا بھی ہے جب چاہے جس مرضی کا دل توڑ دیتا ہے مزمل کی بات سنتے حسن کے چہرے میں کچھ دیر پہلے جو مسکراہٹ تھی ایک سیکنڈ سے پہلے ہی غائب ہو گی تیری طرح تو باکل بھی نہیں ہوں یاد رکھنا تم نے میری دوستی کے اندھے اعتماد کو پل بھر میں توڑ کر رکھ دیا تھا۔

دونوں کی آنکھوں اس وقت لال انگارا اگل رہی تھی۔ تابش کے وعدے کے آگے حسن خاموش تھا ورنہ معاملہ اس وقت کچھ اور ہی ہوتا.

حسن اور مزمل میں نے تم دونوں کو کتنی دفعہ کہا ہے کہ اب پرانی باتوں پر مٹی ڈال دو۔ جس کا نصیب جس کے ساتھ جوڑا تھا قدرت نے انہیں ملا دیا تابش کے کول ڈوان کہنے میں وہ دونوں پہلے جیسے ہو گئے.

ایک پل میں جانی دشمن اور اگلے پل اپنی جان سے بھر کر۔

ڈنر کرتے وہ اس پل کو بھرپور طریقے سے جی رہے تھے۔اس بات سے انجان ان تینوں کی زندگی میں شاید یہ پل اب دوبارہ کبھی بھی نہ آسکے۔شاید دوستی کی یہ مالا ٹوٹ جائے

صرف فقط محبت کی خاطر،ان میں سے کسی اور کو بچھڑ جانا ہے ایک لمبی جدائی ان تینوں کے مقدر میں تھی.

آخری یادگار تصویر تینوں کی جس میں تینوں مسکرا رہے تھے۔

عروش جو ایف بی یوز کر رہی تھی تابش ایڈ من کی پوسٹ میں مبارک باد کا میسج

سینڈ کیا،

تابش جو رات گئے تک فارغ ہو کر سونے سے پہلے ایک نظر سیل میں ڈالے سب میسج کو لائک کرتا سیل سائیڈ رکھتا لیٹ گیا.

زندگی معمول کے مطابق گزر رہی تھی اپنی اپنی دنیا میں سب مگن۔ آنے والے وقت سے انجان کے قسمت نے ان کے لیے کیا سوچا ہے۔ آنے والے وقت کے لیے ڈھیروں خواب ویران آنکھوں میں سمائیں اس بات سے بے خبر کہ یہ سب خواب جو وہ بچپن سے سجا رہے ہیں سب ویسے کے ویسے ہی رہ جائے گے۔ زندگی کے کھیل کے آگے سب خواب ریزہ ریزہ، آنکھوں کے سامنے ٹوٹ جائے گے۔

عروش کا یونی میں فورتھ سمیسٹر چل رہا تھا اس کا خواب وکیل بننے کا تھا اپنی وکالت کے بل میں اپنا نام بنانا۔

دوسری طرف تابش مرزا زندگی کے ہر میدان میں کامیابی فتح کیے اپنے سنہرے

مستقبل میں نظر رکھے خوابوں کو حقیقت بنانی تھی۔اسلام آباد کی مشہور لیب کا مالک۔

دونوں اپنی دنیا مکمل اور خوبصوتی سے جی رہے تھے کاش تقدیر انہیں اس دہرائے میں کبھی نہ لاتی جس دہرائے میں سارے خوابوں کو خود ہی آنکھوں سے نوچنا تھا.

یک طرفہ عشق کی طرف بڑھاتے ایک لڑکی کی داستان۔جس کے خواب حقیقت بننے سے پہلے ہی آنکھوں میں سے بے دردی سے نوچ جانے تھے جیسے فیملی کی خاطر محبت سے دستبردار ہونا تھا۔

www.novelsclubb.com

نازو کسی کی وجہ سے کیوں منہ لٹکایا ہوا ہے۔نازو جو مسز حیدر کے ساتھ اپنے پڑوسن کے گھر افسوس کرنے گئی تھی ان کی بیٹی کی موت کا۔جب سے آئی تھی ایسے ہی گھم سم بیٹھی تھی۔

اتنی ہی محبت کا دعوا کرتی تھی وہ کیا نام تھا اس کا؟عروش نے سوچتے ہوئے کہا.نازو

نہیں یاد آرہا نام۔۔۔۔۔۔۔

سندس کو ایک بار اپنے ماں باپ سے بات تو لر لیتی۔اسے کیسے ایک شخص کی خاطر اپنی جان گنوا بیٹھی حد ہے ویسے بے وقوفی کی۔اور تم سوگ منا رہی ہو. کہ اس نے کچھ غلط نہیں کیا۔

عرو تمہاری زندگی ان ناولز سے جب باہر آئی گئی تب پتا چلا گیا تمہیں۔ حقیقت لائف میں فیصلے دل کے ہاتھوں سے نہیں لیے جاتے۔

کسی ایک ہی پل میں آپ اپنے ماں، باپ کی اتنے سالوں کی محبت کا صلہ، کسی سے چند دن کی محبت پر تو نہیں کر سکتے۔

ایک انجان سے شخص کو اپنے پاپ پر فوقیت نہیں دے سکتی۔

نازو میں اس بات سے اتفاق نہیں کرتی۔اگر کوئی پسند ہے تو جا کر کہہ دو. کم از کم میں تو ان کو کہہ دوں گی. پاپا میری ویسے بھی کوئی بات نہیں ٹالتے.

اور ویسے بھی یہ محبت وغیرہ میرے جوتی کی نوک پر۔کیسے کوئی شخص آپ کو خود

سے بھی زیادہ عزیز ہو سکتا ہے.

جس محبت پر آج وہ ہنس رہی تھی۔ دور کھڑی محبت اس پر آنسوؤں بہا رہی تھی.

وقت بدلے گا منظر بدلے گا۔ وہ بعد میں محبت اور عشق کو رو رہی ہو گی دور کھڑی محبت اس کی بے بسی کا مذاق بنا رہی تھی۔

محبت اپنے گناہ گاروں کو معاف نہیں کرتی۔

کچھ انوکھا حال عروش مغل کا بھی ہونا تھا۔

ایسے ایک دن بیٹھے بیٹھے عروش کو ایک نیا شوق پیدا ہو گیا. ویسے میں بھی لکھ سکتی ہوں. کم از کم اچھا تو لکھ ہی سکتی ہوں آخر اتنا ٹیلنٹ تو ہے ہی میرے پاس.

ایسے ہی ڈائری قلم لے کر اپنی چیئر میں بیٹھی سوچ میں پڑ گئی۔ آج کچھ انوکھا اور منفرد سا کرنا تھا۔ ایسے ہی کچھ لکھنے کا من چاہ اور کچھ تحریر لکھی جو دل کو بائی. مطلب میں لکھ سکتی ہوں. خود کے لکھے کو اتنے دیر خود ہی پڑھتی رہی۔ اب سے

عروش کی زندگی میں ماں، باپ، نازو، ناولز کے علاوہ ایک انجان سی چیز سے دوستی ہوئی. ڈائری قلم سے دوستی کا آغاز کرتی ایک انوکھی کہانی کا آغاز لکھنے جا رہی تھی۔ لفظوں کا چناؤں کرتی، ترتیب دیتی، خاکہ تیار کرتی، قلم کے ذریعے صفحات پر رنگ بھرنے لگی. ایک انجانا سا احساس، ایک خوشی، ایک مسکراہٹ نے آن گھیرا.

خود کے ناول کو اتنی دیر تک پڑھتی، اکیلی ہی مسکرائے جا رہے. صبح تک کا انتظار تک نہیں ہوا. ڈورتی ہوئی نازو کے کمرے میں گی. روم کا دروازہ کھولتے اندر داخل ہوئی. نازو جو سو رہی تھی جا کر اسے اٹھایا۔

نازو جلدی سے اٹھو۔ نازو گڑبڑاتی جلدی سے اٹھی پریشانی کے اثرات لیتی جلدی سے اٹھی. عرو سب ٹھیک یوں کیوں اٹھایا سب ٹھیک انکل، آنٹی۔

ڈوپٹہ سیٹ کرتی بیڈ سے اٹھ ہی رہی تھی. جب عرو نے اسے روکا نازو میں نے اس لیے تمہیں نہیں اٹھایا ایک بہت ہی اہم کام ہے اس لیے اٹھایا ہے جلدی سے اسے پڑھو.

ڈائری آگے کرتی اس کے ساتھ ہی کمفرٹ میں بیٹھ گئی۔نازو نے ایک غصیلی نگاہ عرو میں ڈالی۔میری پیاری سی اکلوتی سی جان سوری لاسٹ ٹائم تنگ کیا اب میں کیا کرتی صبح ہونے میں پورے چار گھنٹے رہتے ہیں تو مجھ سے ایک بھی پل کا انتظار نہیں ہو رہا.

نازو کے گرد بانہیں کرتی اسے منا رہی تھی. نازو مسکرا کر اس کی طرف دیکھتی ڈائری لیتی پڑھنے لگ گئی. عرو کہاں سے اتنا لمبا لکھا ہے آج تک تو کوئی اسائیمنٹ تو بنائی نہیں گئی اور یہ سب کب لکھا ہے۔اور کس لیے؟

نازو بریک لگاؤ پہلے فل پڑھو پھر آگے کی بات۔نازو کو ٹوکتی وہ واپس اس کی توجہ ڈائری کی طرف کر چکی تھی. نازو کو تقریباً بیس منٹ لگے اسے پڑھتے ہوئے.

پڑھنے کے بعد نازو نے ڈائری بند کرتی عرو کو دی. عروم نے یہ ڈائری اس لیے گفٹ کی تھی کہ اس میں ہم ایک دوسرے کی زندگی کے بارے میں لکھے گئے. جو تم نے مجھے دی اس میں میں تمہاری،اور جو میں نے دی اس میں میری.

اور تم کیا یہ ناول لکھنے بیٹھ گئی ہو. اتنی رات گئے اسے کہاں سے دیکھ کر لکھا ہے ؟

نازو کی بات سنتے عرو نے اپنی بانہوں کا حلقہ تنگ کیا. یہ میں نے کہی سے دیکھ نہیں بلکہ عروش حیدر مغل نے ایک ادنا سی کوشش کی ہے خود لکھنے کی۔

عرو کی بات سنتے ہی نازو نے فورا اسے اپنی گردن سے اس کے بازو کو ہٹایا. عرو یہ تم نے کیوں لکھا ہے؟اب ناولز پڑھتے پڑھتے لکھنا بھی شروع؟

آگے انکل کتنا خفا ہوتے ہیں؟نازو نے اسے آئندہ کے بارے میں آگاہ کیا۔کچھ بھی نہیں ہوتا میں نے جسٹ فن کے لیے کیا ہے۔

ان سب باتوں کو چھوڑوں تم یہ بتاؤ۔کہ کیسا لکھا ہے میں نے؟نازو کو چپ پا کر عرو خود ہی بولنے لگ گئی۔نازو بہت زیادہ اچھا لکھا ہے نہ ؟

ہاں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بہت اچھا ہے۔

اب خدا کے لیے خود بھی سو جاؤ۔اور مجھے بھی سونے دو۔اوکے میں آج یہاں ہی سو جاتی ہوتی. عرو کہتی سرھانے سیٹ کرتی،ڈائری کو سائیڈ میں رکھتی لیٹ گئی. لیٹے

ساتھ ہی سو گئی۔

پر عروجو پر سکون نیند سو رہی تھی چہرے میں اطمینان اور سکون کی واضح جھلک نظر آرہی تھی نازو نے اسے ہمیشہ خوش رہنے کی دعا دی۔ایک. خدشہ،ایک خوف ناجانے کیوں ہمیشہ سے وہ محسوس کرتی آئی تھی.اسے لگتا تھا کہ اس دوستی کے درمیان یہ ناولز ہمیشہ کیوں آجاتے ہیں۔ کبھی یوں بھی لگتا کہ ان کی وجہ سے وہ عرو سے دور ہو جائے گی۔ایک خوف سا ہر وقت دل میں بس گیا تھا اگر وہ عرو پر آشیا کرتی تو وہ بس مذاق اڑاتی.

اس کے ناولز میں محبت، عشق سے بہت دور، فیملی بیسڈ تھا جہاں ہر رشتہ ایک دوسرے سے احساس، محبت، برداشت، پرواہ کی لڑی میں جوڑا ہوا تھا۔

اتنے دیر گئی نازو عرو کو دیکھتی اس کو خوش رہنے کی دعا دیتی لیٹ گی۔

عرو کی زندگی اب معمول سے ہٹ سی گئی تھی۔پہلے جس ٹائم ناولز ریڈ کرتی تھی اب اپنا لکھ کر پوسٹ کرتی.لوگوں کے کومنٹس پڑھتی.اب اس کا ایف بی ایک ہی

کام تھا۔ کوئی لاکھوں میل دور بیٹھے مسکراہٹ کی وجہ بن جاتا. ایک انجانا سا احساس ہر ایک ریڈرز کے ساتھ ہونے لگا۔

ایف کے اس پار ایک خوبصورت سی فیملی کے ہونے کا احساس، یوں ایک دوسرے سے لائک، کومنٹس کے ذریعے سے وابستہ ہے.

جہاں وہ ناولز پڑھنے کی شیدائی تھی اب لکھنے لگی۔ زندگی کی رفتار میں بدلاؤ آنے لگا۔ پہلا ناول فل پوسٹ کر چکی تھی۔

مزمل، تابش، حسن تینوں پیپرز کی تیاری کر رہے تھے۔

ان کا لاسٹ سیمسٹر کے فائنل تھے.

تابی یہ دیکھ بہت جلد ہی کسی عروش نامی رائٹر نے کافی فیم حاصل کر لیا ہے. حسن جو رجسٹر بند کرتا موبائل اٹھاتا بیڈ میں لیٹتے ہوئے بولا.

اچھی بات ہے تابش سرسری سا جواب دیتا دوبارہ سے بک کی طرف جھک گیا۔

حسن بھی موبائل رکھتا پیپر کی تیاری میں مصروف ہو گیا.

مزمل کافی رکھتا ایک نظر حسن کو دیکھتا واپس پلٹا کیا کچھ ہو گیا تھا ایک پل میں۔اس دوستی کے رشتے میں دراڑ آگی تھی۔ایک آنسو آنکھوں کی حدود سے گرا جسے مزمل نے فوراً سے پہلے صاف کیا.

سچ تو کہتا ہے حسن ہاں اس نے اس کا اعتبار توڑا تھا۔ماضی یاد کرتا۔اپنی دوستی کے وہ بھی پل یاد آئے جب حسن اس کی شکل دیکھنے کو بھی تیار نہیں تھا ایک سال پورا حسن نے مزمل کی طرف دیکھا بھی نہیں تھا.

ایک یونی میں ہوتے ہوئے اس کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتا تھا. صرف تابی کی وجہ سے حسن اب نارمل ہوا تھا۔

ہاں اس سے غلطی ہو گئی تھی۔جس کا احساس ابھی تک اسے تھا۔پر اب وقت نہیں تھا کہ وہ اپنی غلطی کو درست کر سکے پہلے پہل بہت کوشش کی تھی پر اب دونوں نے خاموشی طہ کر لی تھی۔

اپنا دوسرا ناول پوسٹ کرتی۔ایف بی کی طرف سے کچھ ایشوز آرہے تھے۔اس کی سمجھ سے باہر تھا کہ پوسٹ کیوں نہیں پینڈنگ میں لگ رہی۔

اتنی بار ٹرائی کی۔پر ناکام--------------

نازو میں کیا کرو سمجھ ہی نہیں آرہا ہے۔نازو میں کیا کروں مجھے کیا پتا ان سب کا؟ تم کسی سے پوچھ لو۔میں کس سے پوچھو سمجھ ہی نہیں آرہا.

عروا تنی پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں تھوڑی دیر بعد ٹرائی کر لینا اب مجھے یہ بتاؤں کہ کس کی اسائیمنٹ بنانی ہے عرومنہ بسورتی نازو کے پاس آئی اسے بتانے لگی۔

پر سارا دھیان موبائل کی طرف تھا۔دو گھنٹے بعد پھر سے ٹرائی کیا پر ایف کی طرف سے نوٹیفیکیشن دوبارہ آرہا تھا۔غصہ کرتی دوبارہ نازو کی طرف آئی۔عرو مجھے تنگ نہ کروں جاؤ گروپ کے ایڈمن کا سر کھاؤ مجھے کچھ نہیں پتا۔

عرو نے ایک نظر نازو کو دیکھا جس کا مزاج بہت گرم ہو گیا تھا۔ہمت کرتی ایڈ من کو سرچ کیا۔ میسج کرتی اتنی بار سوچا کہ کیسے کسی اجنبی کو میسج کروں۔

اگر اس سے نہیں پوچھوگی تو پھر کس سے پوچھوگی دل کی آواز کی پیروی کرتی۔

تابش مرزا کو میسج سینڈ کیا۔

عروش مغل : اسلام علیکم ایڈ من

کچھ دیر بعد دوسری طرف سے

تابش مرزا : وعلیکم اسلام

کا میسج وصول ہوا۔

عروش مغل میسج سین کرتی ایک گہری سوچ میں پڑ گئی. نازو اب میں کیا لکھو. نازو کا دل چاہا کہ جو بک اس کے ہاتھ میں ہے عرو کی سر میں مار دے۔

پچھلے چار گھنٹوں سے میرا جس بات پر سر کھا رہی ہو. وہ لکھو۔ عرو نازو کا جواب سنتی میسج ٹائپ کیا.

عروش مغل : آپ میری پوسٹ کیوں نہیں اپروول کر رہے؟

تابش مرزا : آپ کی ساری پوسٹ اپروول ہے آپ کس پوسٹ کی بات کر رہی ہیں؟

عروش مغل : میں چار گھنٹوں سے ٹرائی کر رہی ہوں یہ نوٹیفیکیشن آرہا ہے.

سکرین شاٹ سینڈ کیا۔

تابش مرزا : میسج دیکھتا سر پکڑ کر بیٹھ گیا.

ہماری طرف سے کوئی نہیں ایشو ہو رہا ایف بی کی طرف سے ہے آپ ناول میں اپنی ورڈنگ درست کرے.

عروش مغل : میری ساری ورڈنگ ٹھیک ہے؟ میں کیا ٹھیک کروں.

بحث کون کرے۔آپ آپی کی سکرین شاٹ سینڈ کرے میں دیکھ کر بتاتا ہوں۔

عروش مغل : تابش مرزا کا میسج سین کرتی جلدی سے آپی سینڈ کی۔

تابش مرزا : آپی ریڈ کیا کچھ ورڈ کو ہنڈلائن کرتا. میسج سینڈ کیا آپ ان کو درست

www.novelsclubb.com

کر رہے پھر پوسٹ کرے اور بتائے.

عروش مغل : جو میسج کا ویٹ کر رہی تھی میسج دیکھتی او کے کا میسج سینڈ کرتی آپی کے ورڈ درست کرنے لگ گئی۔

پھر اللہ کا نام لیتی دوبارہ پوسٹ کی۔اس بار کوئی بھی ایشو کریٹ نہیں ہوا۔سکھ کا سانس لیا۔عرو کے چہرے میں مسکراہٹ پھیلی دیکھ کر نازو بھی مسکرا دی اسے پتا تھا جس کام کے لیے چار گھنٹے سے جان کو سولی میں لٹکایا ہوا ہے وہ ہو گیا ہے۔

عروش مغل : تھنکس ایڈمن

تابش مرزا : ویلکم

www.novelsclubb.com

جب کبھی کچھ ایشو ہوتا وہ میسج کرتی پانچ منٹ کے اندر میسج سین کے ساتھ پرابلم بھی حل۔وقت گزرتا جارہا تھا۔عرو کی زندگی میں کہی نہ کہی تابش مرزا کی جگہ بننے لگی ۔اس سے بات کرنا،اس کے میسج پڑھنا،اس کی پوسٹ میں لائک، کومنٹس کرنا اچھا لگنے لگا.

جس طرح زندگی ایک نیے موڑ پر آگی ہو۔جہاں پہلے پہل تو صرف خوشیاں ہی خوشیاں سے دستک دیتی ہیں۔مگر بعد میں خوشیاں کب غم،درد،آنسو میں بدل جاتی ہے اس بات کا احساس ہوتے ہوتے انسان بہت آگے نکل پڑتا ہے۔

عروش نے اپنا چوتھا ناول سٹارٹ کر دیا۔ایف بی کے ایک طرف ان ریڈرز سے دل کا رشتہ بن گیا۔جن کی وجہ سے اسے دوبارہ لکھنے کا حوصلہ پیدا ہوا۔کچھ لوگ دور رہ کر بھی آپ کے چہرے میں ہنسی کی وجہ بن جاتے ہیں۔وہ پہلی والی عروش مغل سے بدل رہی تھی۔پہلے پہل سب بہت اچھا اور خوبصورت لگ رہا تھا۔

****

www.novelsclubb.com

اسے گروپ جوائن کیے ہوئے پانچ ماہ ہو گئے۔تابش مرزا کی ہر پوسٹ پر جانا اس کا معمول بن گیا تھا۔ایف بی اوپن کرتی پہلا کام اب یہی ہونے لگا تھا.آہستہ آہستہ یہ عادت پکی سے پکی ہوتی چلی جارہی تھی۔

میسنجر اوپن کرنا پہلا نام صرف ایک ہی ہوتا جیسے دیکھنا کب آنلائن تھا؟

تابش کی اب یونی بھی مکمل ہو گی ہے اب تو شادی کر لو۔ مسز امجد پچھلے ایک سال سے تابش کو سمجھا کر تھک گئی تھی۔ مگر اس کے کانوں میں جو تک نہیں رینگتی تھی۔

تابش میں تم سے بات کر رہی ہوں اس فضول چیز کی جان چھوڑ دو۔ مسز امجد اٹھتی تابی کے ہاتھ سے موبائل پکڑتی صوفے میں پھینکا۔ نیچے نہ گرنے کی خوشی میں تابش نے شکر ادا کیا۔

اچھا ماما آپ کو جو پسند ہے وہی ٹھیک ہے چلے گئی۔ مسز امجد تانی کا جواب سنتے پھولے نہ سما پائی۔ اٹھ کر اس کا ماتھا چوما۔ تابی تو سچ کہہ رہا ہے؟

جی ماما آپ کی پسند میری پسند۔ میں صبح ہی تمنا کا رشتہ لینے جا رہی ہوں۔ تمنا مسز امجد کی بہن کی بیٹی تھی جسے انہوں نے تانی کے لیے پسند کیا تھا.

تابی اپنی ماما کو مسکراتا ہوا دیکھتا ماتھا چومتا، موبائل لیتا باہر چلا گیا۔

حسن اور مزمل جلدی سے شادی کی تیاریاں کرلو۔ حسن جو کافی کا سیپ لے رہا تھا.

کپ رکھتا تابی کی طرف دیکھا یار کس کی شادی میں جانا ہے ساتھ شاپنگ میں چلتے

ہیں؟

کس کی شادی سے کیا مراد ڈفر۔ تیرے سامنے میں کنوارا نظر نہیں آرہا۔

تمہیں کس نے اپنی بیٹی دینے کی غلطی کردی۔ ہمیں یہاں تک یاد پڑتا ہے تمہاری

شادی تو بہت پہلے ہی ہم کرچکے ہیں مزمل نے تابی کی مسکراہٹ دیکھتے کہا۔

مزمل کیوں میرے سے اپنا منہ تڑوانے کا ارادہ ہے تابی مزمل کا اشارہ سمجھتے ہوئے

بولا۔

موبائل صرف موبائل ہے نہ کہ محبوبہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔تابی جواب دیتا

بالوں کو سیٹ کرتا چیئر سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا.

اوہ، ہہہہہہہہہہ---------------------------

مجھے اب یاد آیا تو یہ شادی کیسے کر سکتا ہے ؟مزمل نے اتنی اونچی آواز سے بولا کہ کیفے میں بیٹھے ہوئے لوگ بھی ان کی طرف متوجہ ہوئے۔سب کو سوری کہتا دوبارہ تابی کی طرف متوجہ ہوا.

کیوں میں یہ شادی نہیں کر سکتا؟تابی نے بھوئے اچکا کر مزمل سے پوچھا۔ہمیں لاہور واپس جانا ہے اور بریسلٹ والی بھابھی کو بھی تو ڈھونڈ نا ہے۔

یہ ان کے ساتھ ناانصافی ہو جائے گی۔وہ بچاری بریسلٹ پہنے اپنے راج کمار کا انتظار کر رہی ہو گی۔اور یہاں راج کمار سہرا باندھنے کی تیاریوں میں ہے۔مزمل اپنی بات کہتا کھلکھلا کر ہنسنے لگا۔

آج اتنے سالوں بعد وہ یوں دل سے ہنسا تھا ان دونوں نے بھی اس کی ہنسی کو نوٹ کیا تھا. حسن اسے مسکراتا دیکھ کر منہ واپس نیچے کو کر لیا۔کچھ درد تو اس کا دیا ہوا بھی تھا۔

سنڈریلا میں اس کا شہزادہ جوتا لے کر اس تک پہنچتا ہے اور یہاں تابی مرزا اپنی

www.novelsclubb.com

شہزادی کو بریسلٹ سے پہچانے گا۔مزمل کی بات سنتے تابی کے چہرے میں بھی ایک انوکھی سی مسکان آئی۔

حسن گھر جاتے ساتھ ہی اپنے کمرے میں چلا گیا۔مزمل کو اسے کیا اب معاف کر دینا چاہیے ؟اگر مزمل اداس تھا تو یہاں کوئی اور بھی تو اس کی طرح اداس تھی۔ نازیہ کے لیے ہی کیا مجھے دل بڑا کر لینا چاہیے ؟ان گنت سوالات اس کے دماغ میں آرہے تھے جس کا جواب بھی اس کے پاس موجود نہیں تھا۔
پہلے ان کی دوستی کی جڑے اتنی کھو کھلی تو نہیں تھی پر آج میں کیوں نہیں اس کے لیے دل وسیع کر سکتا۔

آج وہ دن تھا جس دن تابش مرزا نے کسی اور کہ ہونے کی پہلی سیڑھی میں قدم رکھنا تھا۔منگنی بڑی دھوم دھام سے ہوئی۔تمنا،اپنی محبت پا کر اپنی قسمت میں

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

رشک کرنے لگی۔

چاند، سورج کی جوڑی لگ رہی تھی۔ان سب میں صرف دو لوگ جو زبردستی مسکرا رہے تھے ایک مزمل، نازیہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

پاس ہو کر بھی وہ دونوں ایک دوسرے سے کوسوں دور تھے۔کھوکھلی ہنسی کے پیچھے لب خاموش تھے، آنکھیں نم۔

نگاہیں ایک دوسرے کی طرف دیکھنے سے بھی انکار کر رہی تھی۔مگر دل کہاں کسی کی سنتا ہے۔وہ دونوں کسی وعدے کی زد میں تھے۔

ان کی محبت بہت دور کہی کھو سی گی تھی اب صرف جو بچا تھا وعدہ تھا۔مزمل کو اب ایک وعدے کا رشتہ تو اچھے سے نبھانا تھا۔

حسن جو سٹیج میں تابی کو تنگ کرنے میں مصروف تھا۔حسن یار ایک بار ان دونوں کو بھی دیکھ۔مزمل کی سزا بس کر دے۔

نازیہ جو مسز امجد سے باتیں کر رہی تھی مگر آنکھیں کچھ اور ہی داستان بیان کر رہی

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

تھی۔وہاں مزمل کا حال بھی کچھ ایسا ہی تھا.

تابی یہ موقع ان باتوں کا نہیں ہے۔اس لیے آج کو انجوائے کرتے ہیں۔ حسن تابی کو خاموش کروا گیا مگر اس کے اندر ایک طوفان برپا ہو چکا تھا۔

تابی نے اسے ہوا دے دی تھی تاکہ وہ طوفان اب کسی اختتام کا فیصلہ کرے۔ حسن کو اب احساس ہو جائے کہ یہ سزا بہت ہے۔

منگنی کی رسم ختم ہوتے ہی سب اپنے گھروں میں چلے گئے.تابی موبائل اٹھاتا.پکس دیکھنے لگ گیا۔اپنی اور تمنا کے ہاتھ کو فوکس کرتا پکس گروپ میں شیئر کی۔

وہاں مزمل، حسن کے ہاتھوں میں بھی سیل تھا مبارکباد کے اتنے سارے میسج وصول ہوئے۔مبارک ہو مائی فیوچر ہسبنڈ تمنا کا میسج بھی وصول ہوا۔

عروج ابھی ڈنر کرتی روم میں آئی اپنا موبائل اٹھاتی بیڈ کراؤن سے ٹیک لگاتی ایف

بی او پن کی۔ گروپ اوپن کرتی پہلی نظر اس کی پوسٹ پر پڑھی۔اسے اپنی آنکھوں میں یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا دیکھ رہی ہے۔

آنکھوں میں سے آنسوؤں کا سیلاب پل بھر میں بہنے لگ گیا۔پوری دنیا پل بھر میں آنکھوں کے سامنے گھومنے لگ گئی۔سارے خواب جو تھے ٹوٹ گئے۔

یہ سب کیا ہو گیا ہے ابھی تو اس نے لفظ محبت کو جانا تھا۔اس احساس کو محسوس کیا تھا ۔ابھی تو وہ جینے لگی تھی.

ابھی تو یک طرفہ عشق سے دو طرفہ عشق کا آغاز کرنا تھا.ابھی تو اس نے تابش کے سنگ زندگی گزرنے کے خواب سجائے تھے۔

عروایک تو تمہیں موبائل میں گھسنے کی اتنی جلدی ہوتی ہے کہ آئس کریم بھی نہیں کھا کر آئی ابھی تو ضد کر کے منگوائی تھی.

میں انکل اور آنٹی کو دے کر ابھی فری ہوئی تو سوچا تمہارے لیے بھی لے آؤ۔جب تم موبائل میں گھس جاتی ہو تو تمہیں کسی چیز کی کوئی ہوش ہی نہیں رہتی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

نازو اس بات سے انجان کہ کسی کی دنیا ایک پل میں ویران ہو گی ہے۔ ٹیبل میں آئس کریم رکھتی ہوئی بولی۔ پلٹ کر جب اس نے عرو کی طرف دیکھا ڈور کر اس کے پاس آئی۔ عرو کیا ہوا ہے؟

آنسوؤں سے بھگا چہرہ۔ خود کو سنھبالتی عرو صرف اتنا ہی کہہ سکی سر میں بہت درد ہو رہا ہے۔ میں انکل کو بلا کر لاتی ہوں۔ نہیں نازو پاپا کو مت تنگ کرو۔

بس تم میرے پاس رک جاؤ۔ آئس کریم وہاں کی وہاں ہی پگھل گئی۔ آج پہلی بار آئس کریم کی عروش مغل کے سامنے یہ حالت ہوئی تھی۔

اچھا میں تمہارا سر دبا دیتی ہوں۔ عرو نازو کی گود میں سر رکھ کر سونے کی تیاری کرنے لگی۔ آنسو حلق میں اتارنے لگ گئی۔

آج کا دن جہاں تمنا کی زندگی کا روشن اور خوب صورت دن تھا ایک نگاہ اپنے ہاتھ میں ڈالی جہاں تابی کے نام کی رنگ تھی۔

دوسری طرف عرو کی صبح پہلے سے بہت زیادہ مختلف سی تھی آنکھیں سوجی ہوئی.

مرجھائے ہوئے دل سے اٹھتی یونی کے لیے ریڈی ہو گی۔

یونی میں بھی عرو حاضر ہو کر بھی غیر حاضر تھی دھیان کے سارے پرنے کسی کے ساتھ وابستہ تھے. وہ چال اور اٹیٹیوڈ بہت پیچھے رہ گیا تھا۔

کیفے میں بیٹھی گم سم ایف بی اوپن کی۔ جن نوٹیفیکیشن کو پڑھ کر مسکراہٹ چہرے میں آجاتی تھی اب ان ریڈرز کے مسیج پڑھ کر کوئی ریسپونس نہیں دیا.

یوں بیٹھے بیٹھائے اسے اپنی دنیا بری سی لگنے لگی. جسے اس کے والدین نے اتنی محنت سے سجایا تھا۔

www.novelsclubb.com

جب گھر میں داخل ہوئی تو آج کچھ گہما گہمی سی تھی رضیہ پھوپھو آئی ہوئی تھی جو پچھلے کافی عرصے سے باہر مقیم تھی.

اندر آتی چہرے میں زبردستی مسکراہٹ سجائے سب سے ملی حیدر صاحب بھی

عروش کو دیکھ کر مسکر دے۔آ گی میری بیٹی ؟؟جی پاپا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

جواب دے کر جب جانے لگی تو پھو پھو کی آواز میں پلٹی انہوں نے عروش کو اپنے ساتھ بیٹھایا.نہ چاہ کر بھی عروش وہاں سے اٹھ نہیں سکی۔آج سب کے چہرے میں عجیب سی چمک اور خوشی تھی جو فلحال عروش کی سمجھ سے باہر تھی۔

بھائی صاحب عروش بھی آگی ہے ہم آج ڈیٹ لے کر ہی جائے گے شادی کی۔

ساجد صاحب نے بھی رضیہ بیگم کی بات پر اتفاق کیا۔

جیسے ہی عروش نے یہ آواز سنی اسے اپنے کانوں میں یقین نہیں ہوا۔کہ کیسے اس کی مرضی کے بغیر وہ سب اتنا بڑا فیصلہ کر سکتے ہیں.

ایک آنسو پلکوں کی حدود توڑتا ہاتھ کی پست میں گر کر بے مول ہو گیا۔رضیہ بیگم نے عروش کے ہاتھ میں رنگ پہنائی.آج میٹھائی کا ذائقہ کڑوا محسوس ہو رہا تھا جو حلق سے اتر ہی نہیں رہی تھی۔

ایک پل میں اس کی کائنات بدل گی ایک نگاہ سامنے موجود ماں اور باپ پر ڈالی۔جو

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ہنس کر مبارک باد سب کو دے رہے تھے۔اس کا دل کیا وہ کہہ دے کہ اسے یہ شادی کسی بھی قیمت میں نہیں کرنی وہ بغاوت کر لے. پر کس کے لیے،اس کے لیے جو کچھ دن پہلے کسی اور کا ہو گیا تھا۔اس کا یک طرفہ عشق شروع ہونے سے پہلے ہی ختم ہو گیا تھا۔

مگر نہیں وہ تو اپنے باپ کا غرور تھی ان کے لبوں کی مسکان تھی۔ان کے مسکراتے ہوئے لب دیکھے اور سر جھکا لیا۔

نازو جو عرو کو میٹھائی کھلانے آئی تھی آج اس کی طرف نگاہیں نہیں جا رہی تھی.اس نے تو بڑے مان سے کہہ تھا کہ پاپا کبھی بھی اس کی اجازت کے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کرے گئے. پر کیا ہوا؟

وہ کیا کہتی؟

یک طرفہ محبت کی کون سی داستان سناتی۔وہ خاموش تھی سب خاموش۔

اس کی خاموشی کوئی بہت بڑے طوفان کی دعوت دے رہا تھا؟

سب کو کہتی اپنے کمرے میں چلی گئی حجاب کھولا لمبے لمبے سانس لینے لگی جیسے اسے سانس نہیں آرہا۔سانس لینے میں دشواری محسوس ہونے لگی۔

اپنا عکس اپنے سامنے دیکھا جو قہقہ لگا رہا تھا عروش جس محبت کا بچپن سے مذاق بناتی آئی تھی۔آج اس محبت نے اس کے ساتھ کیا کیا۔

برد باد کر دیا

رسوا کر دیا۔

کہی کا نہ رہنے دیا۔ایک شخص کی خاطر وہ کتنا مجبور ہو گی تھی وہ شخص بھی اس کا نہیں تھا۔

www.novelsclubb.com

ایک مہینے بعد عروش مغل کو حیدر ہاؤس ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر چلے جانا تھا۔سارا دن اداس گھومتی پھرتی۔کسی بھی چیز میں کوئی حصہ نہیں لے رہی تھی. مسز حیدر نازو کے ساتھ ہی جا کر شادی کی شاپنگ کر کے آتی۔

بس عروش کے لب سل چکے تھے۔سب کو یہ ہی لگا کہ ان کے دور جانے کی وجہ سے یہ حال ہے مگر نہیں کوئی اور غم بھی اسے اندر اندر سے ہی کھا رہا تھا۔

وہ جس کے قہقے اور ہنسی سارا دن شور مچاتی تھی اب اس کے پاس مسکراہٹ بھی نہیں تھی۔

موبائل اور ناولز۔یہاں تک ناولز لکھنا سب بہت پیچھے چھوٹ گئے تھے. ایف بی اوپن کرتی سارے گروپسز کو لیف کرتی۔اپنا اکاؤنٹ بند کر دیا.

اسے دوبارہ اب کبھی بھی کسی کی شکل نہیں دیکھنی تھی پرانی کوئی یاد سے کسی بھی قسم کا کوئی رشتہ نہیں رکھنا تھا. کل رات آخری درد تحریر کرتی سب کچھ خیر آباد کہہ دیا.۔

اتنے کم وقت میں اس کے پیج میں اتنے نے فولورز کی تعداد بھر گئی تھی۔ جس کی اس نے شدید سے تمنا کی تھی۔ مگر اب سب اسے فضول لگ رہا تھا۔اپنی ساری محنت پر خود ہی پانی پھیر دیا.

نازو صحیح کہتی تھی اس خیالی دنیا میں کچھ نہیں رکھا۔کاش وہ کبھی اس دنیا کا حصہ ہی نہیں بنی ہوتی.

کاش وہ کبھی قلم اور ڈائری سے دوستی ہی نہ کرتی۔

کاش اس کی زندگی میں تابش مرزا کبھی آیا ہی نہ ہوتا.

صرف ایک کاش ہی باقی رہ گیا تھا اس کے سوا کچھ نہیں۔

ایف بی اکاؤنٹ آف کرتی۔لاتعداد آنسو اس کے دامن میں گرے۔اس سفر کا آغاز کتنا اچھا تھا مگر اختتام کا تو اس نے سوچا ہی نہیں تھا.

کاش میں تمہیں اپنے دل سے یوں ہی بھلا سکتی جس طرح ہر چیز سے لیف کر دیا ہے

۔

کاش تم میرے دل سے بھی یوں لیف ہو جاتے۔

تابش سے بچھڑنے کا درد اس کی برداشت سے بہت زیادہ تھا۔اس نے تو ہر بات شیئر کرنا سیکھی تھی۔پر یہ بات اسے اندر ہی اندر کھا رہی تھی۔وہ کیسے اپنے دل کا

حال بیان کرتی.

پہلی بار راتوں کو اٹھ اٹھ کر روئی تھی.

تم سے بچھڑی ہو تو جانا

ورنہ رونے والوں کو بے کار کہہ کرتی تھی.

عرو کیا ہو گیا ہے؟ اٹھو جا کر اپنا لہنگا ٹرائی کر لے آؤ۔ نازو جو بازار سے آکر عرو کو لہنگا دے رہی تھی۔

صحیح ہی ہو گا تم اچھا ہی لائی ہو۔ میرا دل نہیں کر رہا. نا جانے کون سے درد ایسے ہوتے ہیں جنہیں ہم سر درد کا نام دے دیتے ہیں جو درد بیان سے باہر ہوتے ہیں.

آج عروش کی مہندی کی رسم تھی وہ صرف خاموش تھی کس کو کیسے اپنے دل کا حال بتاتی۔

آج ایسے ہی اتنے دنوں بعد تابش مرزا یہاں وہاں کے گروپس کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی

نظر عروش مغل کے ناول پر پڑھی.

اے محبت تیرے انجام میں رونا آگیا.

ایک ایڈمن اور رائیٹر کی کہانی۔

تابش جو لیٹا ہوا تھا فوراً سے سیدھا ہوا۔دل کے کسی کونے سے آواز آئی ابھی پڑھ۔

رات کے دو بج رہے تھے ایک نگاہ واچ میں ڈالتا. ناول پڑھنے لگ گیا۔

جیسے جیسے وہ تحریر پڑھ رہا تھا. آنکھوں میں سے آنسوؤں بہہ رہے تھے. وہ ساری چیٹ درج تھی جو ان کے درمیان ہوئی تھی۔ہر وہ بات درج تھی جو وہ نہ کہہ سکی۔

رجا کے الفاظ یوں تھے کہ میں اپنے والدین سے بغاوت تو نہیں کر سکتی۔ حرام موت بھی نہیں مر سکتی۔ صرف ایک حادثے کی منتظر ہوں جلد ہی وہ حادثہ بھی آجائے گا۔

نکاح نامے میں اپنا نام کسی اور کے نام کے ساتھ دیکھ کر میں سچ میں مر ہی جاؤں گی۔

لازوال عشق کا اختتام اس موڑ پر ہو گا۔وہ سارے الفاظ عروش مغل کے تھے

www.novelsclubb.com

صرف ایک شخص کے لیے جو اس وقت پڑھ رہا تھا۔

وہ خاموش محبت میں خود کو فنا کر دے گی۔ہاں تابش مرزا کو صرف ایک پل نہیں ایک سیکنڈ لگا تھا یہ اعتراف کرنے میں کہی نہ کہی وہ اس کے دل میں بستی تھی۔

جس جذبے کو وہ کوئی نام نہیں دے پا رہا تھا آج اس نے یہ اعتراف کیا. پر اب بہت دیر ہو چکی تھی.

آخر چیٹ اوپن کی جس میں عروش مغل نے اپنے نکاح کا میسج کیا تھا کہ اس کا نکاح اسلام آباد، فیصل مسجد میں ہے۔

اسے اب اس میسج کی سمجھ آئی تھی کہ کیوں اس نے اسے یہ میسج کیا تھا شائد اسے آخری لمحے تک امید تھی اپنی محبت پر.

آج تابش مرزا نے دل سے اس بات کا اعتراف کیا تھا کہ جس لڑکی کو تابش مرزا کی زندگی میں آنا چاہئے تھا وہ صرف عروش مغل ہی ہو سکتی ہے۔

اس کی ہر بات اس کے دماغ میں گھوم رہی تھی. دونوں ہاتھ سے بالوں کو تھامے

صوفے میں ڈھیر ہو گیا آنسوؤں تھمنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے.

اتنے دنوں سے جس بے چینی کا شکار تھا صرف وہ عروش مغل تھی سب کچھ ہو کر بھی سکون نہیں تھا وہ سکون تو کسی اور کے پاس ہی موجود تھا

موبائل پکڑ تا کانپتے ہاتھوں سے میسج کیا۔ کالز کی مگر سیل آف۔ اسے لگا ایک پل میں سب ٹھیک ہو جائے گا مگر یہ اس کی غلط فہمی تھی.

وہ کیا کرے؟ اس کا دماغ مفلوج ہو گیا تھا اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا آج پہلی بار خود کو اتنا بے بس محسوس کیا تھا۔ اسے صرف صبح ہونے کا انتظار تھا۔

ساری رات دعاؤں میں گزاری۔

دوسری طرف عروش نے بھی پوری رات رو کر گزارے جہاں وہ اسے پانے کی دعا مانگ رہا تھا وہاں عروش اسے بھولنے کی۔ اب قسمت کو پتا ہو کہ وہ ملے گے یا تا عمر کے لیے بچھڑ جائے گے. دونوں میں سے کس کی دعائیں رنگ لائے گی یا دونوں کی نہیں۔

www.novelsclubb.com

****

صبح ہوتے تابش مرزا سیڑھیاں اترتا باہر کی جانب بھر رہا تھا. جب اپنی ماں کی آواز

میں پلٹا. ناشتہ تو کر جاؤ۔ نہیں ماما ایک ارجنٹ کام ہے آپ دعا کرنا سب ٹھیک

ہو جائے اور میں کامیاب ہو کر واپس لوٹو، اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گیا.

مسز امجد نے دعا دی انہیں تابی بہت الجھا ہوا لگ رہا تھا. فیصل مسجد میں جاتے ہی کسی

کا شدت سے انتظار تھا وہ سجدوؤں میں کسی کو مانگ رہا تھا یہ جانے بغیر کہ آگے کیا ہو گا

۔

وہاں عروش مغل اسلام آباد روانہ ہونے کے لیے نکل پڑی۔ شائد اس کا یہ آخری

سفر ہو۔

اسلام آباد داخل ہوتے ایک سرد ہوا خارج کی۔ یہ شہر اسے کسی کی یاد دلاتا تھا، دل

سے یہ تمنا کی کہ وہ آج تابش بیگ سے ملے، اسے دیکھے۔ آج وہ اسے دیکھے گی بھی

اور ملے گی بھی لیکن ایک انوکھے انداز میں۔

یہ انوکھی کہانی لکھی جائے گی، داستان بن کر بیان کی جائے گی۔ ہوٹل کے روم میں کچھ دیر آرام کرنے کے بعد پالر والی آگئی تیار کرنے۔ وہاں تابش کو آئے چار گھنٹے ہو گئے تھے، اس وقت سے اب تک اس کے ہاتھ دعا میں اٹھے ہوئے تھے، وہ اپنی چاہت کو مانگ رہا تھا۔ اس ذات سے جو ستر ماؤں سے زیادہ محبت کرتے ہیں اپنے بندوں سے، اس ذات سے جس کے لیے کچھ ناممکن نہیں، وہ ہر چیز پر قادر ہیں۔ اس رب کے سامنے اپنی تڑپ بیان کر رہا تھا وہ عروش مغل کو کسی سے نہیں بلکہ رب کی ذات سے دعاؤں میں مانگ رہا تھا

وہ عورت کتنی خوش نصیب ہو گی جس کے لیے مرد رب کے حضور سجدہ ریز ہو۔

ہاں عروش مغل اتنی خوش قسمت تھی۔ تابش بیگ نے اسے اتنا خوش قسمت بنا دیا تھا، پر ایک حادثہ ان کا منتظر تھا، قسمت کیا کھیل کھیلے گی کسی کو نہیں پتہ تھا۔ کون کس سے ملے گا اور کس نے ہمیشہ کے لیے ان سے جدا ہو جانا تھا۔ یہ تقدیر کے فیصلے

www.novelsclubb.com

تقدیر ہی بہتر جانے۔

دعامیں آنسوؤں سے لبریز چہرہ لیے وہ گڑگڑا رہا تھا،اچانک موبائل کی ٹیون سے ہوش میں آیا۔موبائل تھامے باہر کی طرف بڑھا۔مزمل کی کال تھی حسن کے ایکسیڈینٹ کی خبر سنائی تھی،اسے وہاں جانا تھا۔قسمت نے اسے عجیب سے دوراہے پر کھڑا کر دیا تھا۔ایک طرف اسے اپنی کل کائنات کا انتظار تھا،دوسری طرف اپنے دوست اور جان عزیز بھائی کی زندگی کا سوال تھا۔وقت ہاتھ سے ریت کی مانند پھسل رہا تھا،اس کے لیے فیصلہ کرنا مشکل تھا وہ کیا کرے۔اپنی چاہت (عروش). کو اللہ کے حوالے کرتا وہاں سے ہسپتال کی طرف روانہ ہوا۔

حسن کی حالت بہت کریٹیکل تھی،وہ زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہا تھا،اس کی کار کا ایکسیڈینٹ ایک تیز رفتار ٹرک سے ہوا تھا۔جس کی وجہ سے اسے سر میں شدید چوٹ آئی تھی،اس کے لیے چوبیس گھنٹوں میں ہوش میں آنا بہت ضروی تھا۔

ایک طرف اس کی فیملی رو رہے تھے،دوسری طرف اس کے دوست۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ہسپتال میں حسن کو اس حالت میں دیکھ کر مزمل کی جان حلق میں آگی ایک طرف تابش اجڑا ہوا بیٹھا ہوا تھا۔ایک نگاہ نازیہ میں ڈالی جو اپنی ماں کے گلے لگ کے رونے میں مصروف تھی۔

تھکا ہارا تابی کے کندھے میں ہاتھ کر کے اسے دلاسہ دیتا اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔

مزمل آج میں تمھیں جان سے مار دوگا۔تم میری بہن سے پچھلے دو سالوں سے ریلیشن میں ہو اور تم دونوں نے مجھے بتانے کی بھی ضرورت نہیں محسوس کی۔

حسن میری بات کو سن تم غلط سمجھ رہے ہو۔میں اسے بہت پسند کرتا ہوں۔ڈفر جیسے پسند کیا جائے اس کی عزت کا خیال اپنی عزت سے بھی زیادہ کرتے ہیں۔

ایک زوردار مکا مزمل کے منہ میں مارا۔اگر اتنی ہی محبت کا دعوا تھا تو اپنے ماں باپ کو بھیجتا۔دوسرے مکے میں مزمل کے ناک سے خون بہنے لگ پھرا۔

آج جب نازیہ کو رشتے والے دیکھنے آئے تو اس نے حسن کو بتایا۔تب سے حسن غصے سے آگ بگولہ ہو رہا تھا۔تم سے یہ امید نہیں تھی مزمل۔

تم تو دشمن سے بھی برے نکلے دوست ہو کر اپنے دوست کی پیٹھ میں وار کیا۔مزمل کی ایک نہ سنتا اس پر مکوں کی بارش کر دی۔

تابی جو مزمل کے گھر آ رہا تھا اندر کا منظر دیکھتے دونوں کو چھڑوایا. گھر والوں کے کہنے میں حسن نے نکاح میں کوئی گڑبڑ نہیں کی۔

مگر معافی کی یہ شرط رکھ دی کہ جب تک میں نہ چاہوں تم اس سے بات بھی نہیں کروں گے۔

اب دونوں اپنا اپنا وعدہ پورا کر رہے تھے۔

ہسپتال میں حسن کی حالت دیکھ کر یہ سب باتیں یاد آ رہی تھیں۔

اسے کسی بھی طرح فیصل مسجد جانا تھا. ہر حالت میں اسے نکاح سے پہلے جانا تھا۔

دوسرے منظر میں عروش مغل دولہن بنی خود کا آئینہ میں جائزہ لے رہی تھی ۔عرش نے اس دن کے لیے کتنے خواب کسی اور کے سنگ سجائے تھے، سب چکنا چور ہو گئے تھے۔عصر کے وقت نکاح تھا۔

جیسے جیسے نکاح کا وقت قریب آرہا تھا اس کی ڈھرکنیں بند ہو رہی تھی۔

دوسرے منظر میں تابش بیگ اپنے دوست کو خون دے رہا تھا۔اس کی زندگی کے لیے بھاگ ڈور کر رہا تھا۔یہ جانے بغیر کے کسی اور کی بھی زندگی کا سوال ہے۔کوئی اور بھی اس کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے بیقرار ہے۔

عروش مغل کو کار میں بیٹھایا گیا۔نازو اس کے ساتھ تھی۔وہ ایک مہینے سے اس سے پوچھ رہی تھی۔عرو کیا ہوا،وہ صرف یہ کہتی کہ کبھی بھی عشق کا مزاق نہیں اڑانا چاہیے۔یہ وہ لاحاصل مرض ہے جس کی دوا کسی بھی طیبیب کے پاس نہیں ہے،یہ مرض جسے ایک دفعہ لگ جاتا ہے اس کی جان لے کر ہی چھوڑتا ہے۔وہ یہ کہتے ہوئے ہنس پڑتی اور اتنا ہنستی کے آنکھوں میں آنسو آجاتے،یہ سب نازو کی سمجھ سے باہر تھا کہ آخر عرو کو اچانک ہو کیا گیا ہے،عروش کی حالت دیکھ کر نازو چپ ہو جاتی اور کوئی سوال نہ کرتی۔

فیصل مسجد کو ایک نگاہ اٹھا کر دیکھا۔اس جگہ ایڈمن کے بھی قدم پڑے ہوگے دل

کے کونے سے آواز آئی۔آنسو حلق میں اتارے، آہستہ آہستہ قدم اندر کو بھرائے، قدم ایسے ہو رہے تھے جیسے آگے بھرنے سے انکاری ہو۔ایک حسرت، امید اور آرزو تھی کہ سامنے اس کا ایڈمن کھڑا ہو، لیکن ضروی تو نہیں جو انسان سوچے ویسا ہی ہو، اکثر چیزیں ہماری سوچ کے الٹ ہوتی ہیں۔وہ بے بس تھی سانس بدن کا ساتھ چھوڑنے کے لیے تیار تھی۔آج عروش مغل کو زندگی ختم کرنے کے لیے کسی زہر کی ضروت نہیں پڑے گی، اپنے نام کے ساتھ کسی اور کا نام سن کر ہی دل ڈھڑکنا بند ہو جائے گا، کسی ان چاہے ہم سفر کا خیال بھی اذیت سے دوچار کر رہا تھا۔ وہ مر رہی تھی قطرہ قطرہ پچھلے ایک مہینے سے آج اسے مکمل فنا ہونا تھا، آج اس کے بے جان وجود کے دفنانے کا دن تھا۔ماں باپ اس بات سے انجان کے آج وہ عرش کی رخصتی کی بجائے اس کی موت پر آنسو بہائے گے، وہ عروش کی ڈولی کو کندھا نہیں بلکہ اس کے جنازے کو کندھا دیں گے۔آج رخصتی کا دن بہت عجیب تھا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

فیصل مسجد کی ایک سائیڈ کو بہت ہی خوبصورت طریقے سے سجایا گیا تھا، ہر طرف سفید پھولوں کا بستر بچھا ہوا تھا، عروش کی پسند کے پھولوں سے سجاوٹ کی گئی تھی۔ سب کچھ اس کی پسند کا تھا، لیکن ہم سفر اس کی پسند کا نہ تھا۔ موسم خوشگوار تھا، ہر چیز اپنی مثال آپ تھی پر جب دل کی دنیا ہی ویران ہو تو ارد گرد کی خوبصورتی معنی نہیں رکھتی، پسند کی کوئی چیزیں بھی ویران دل کو خوش نہیں کر سکتی۔

عروش کی حالت بھی کچھ ایسی ہی تھی کوئی چیز بھی اس کو اپنی طرف اٹریکٹ نہیں کر پا رہی تھی، وہ ویران آنکھوں سے سب تیاریاں دیکھ رہی تھی۔ لوگ تیاریوں کو دیکھ کر اس کی قسمت پر رشک کر رہے تھے، سجاوٹ سے لگ رہا تھا جیسے کسی شہزادی کی شادی ہو، وہ خود بھی کسی شہزادی سے کم نہیں لگ رہی تھی۔ لیکن لوگوں کو کیا پتا جس کی قسمت پر رشک کر رہے ہیں، قسمت نے اس کے ساتھ کیا کھیل کھلا ہے۔

نکاح کی رسم ادا کرنے کے لیے مولوی صاحب آ چکے تھے، عروش کی ویران نگاہیں

اور بے چین دل پتہ نہیں کیوں کسی کا منتظر تھا۔

اسے پتہ نہیں یہ یقین کیوں تھا وہ ضرور آئے گا، آخری چیٹ میں عروش نے تابش سے کہا تھا کہ وہ اسلام آباد آرہی ہے، اس بات سے بے خبر کے وہ نہیں آئے گا۔

ہاں وہ مرنے سے پہلے ایک دفعہ اس شخص کو دیکھنا چاہتی تھی،

جس کے ایک طرفہ عشق میں مبتلا تھی، اس بات سے انجان کہ اس کا عشق یک طرفہ نہیں ہے آگ دونوں طرف برابر لگی ہے۔ وہ بھی اسے حاصل کرنے کے لیے تڑپ رہا ہے۔ عروش کی آخری خواہش یہ تھی کہ جب اس کی آنکھیں بند ہو تو سامنے صرف ایک بار وہ شخص ہو، صرف ایک بار۔

دوسری طرف تابش کی جب نظر اچانک واچ پر پڑی جو شام کے چار بجا رہی تھی۔

دل کی ڈھڑکنیں ساکت ہو گئی، اسے عروش کے پاس جانا تھا۔ اس کا عشق یک طرفہ نہیں تھا، آج اسے اپنی محرم کے طور پر قبول کرنا تھا۔ آج کا دن دونوں سے زندگیوں کو بدل دینے والا تھا۔

جیسے ہی حسن کی حالت کچھ سنبھلی ایک نظر اسے دیکھتا مزمل کو کہتا ہسپتال سے باہر نکلا۔اسے ہر حال میں جانا تھا۔عروش کے پاس۔

آج معمول سے ہٹ کر ٹریفک تھی۔وہاں قبول ہے کہ اجازت عروش سے لی جا رہی تھی وہاں تابش رش میں پھنسا ہوا تھا۔بار بار ہارن پہ ہارن دے رہا تھا لیکن بے سود ٹریفک جام تھی.اسے کسی بھی صورت نکاح سے پہلے وہاں پہنچنا تھا۔

دوسری طرف مولوی صاحب عروش سے تیسری دفعہ پوچھ رہے تھے، لیکن اس کے وجود میں کوئی حرکت نہیں آئی، عروش کی ماں آئی اور حوصلہ دینے کے لیے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا، عروش فوراَ سکتے سے باہر آئی، مسز حیدر نے عروش کو پیار سے کہا بیٹا مولوی صاحب کچھ پوچھ رہے ہیں، جواب دو نا نہیں۔

تابش گاڑی کو وہاں چھوڑتا بھاگتے ہوئے فیصل مسجد کا سفر شروع کیا۔فیصل مسجد کچھ ہی دور تھی، بھاگ بھاگ کر اس کی سانسیں پھول گئی لیکن آج اسے اپنی کوئی پروا نہیں تھی کسی بھی قیمت وقت سے پہلے اسے وہاں پہنچنا تھا۔اس نے اپنا سارا زور

لگا یا بھاگنے میں۔آخر کار وہ فیصل مسجد کے سامنے پہنچ گیا۔جلدی سے اندر گیا اور جو جگہ نکاح کے لیے سیلکٹ کی گئی تھی وہاں کا رخ کیا۔وہاں پہنچ کر اسی اپنی سنگین غلطی کا احساس ہوا

اس نے آنے میں دیر کر دی تھی۔شادی کے شادیانے بجنے کی بجائے چیخ وپکار کی آوازیں آرہی تھی،جو لوگ پہلے عروش کی قسمت پر رشک کر رہے تھے اب جوان موت کو دیکھ کر سب کی آنکھیں اشک بار تھیں

آخری دیدار اسے یوں عروش مغل کا کرنا پڑے گا یہ اس کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا۔وہ اپنے باپ کی گود میں اپنی زندگی کی آخری سانسیں لی رہی تھی.

عروش کی آخری دعا قبول ہو گی تھی وہ مرنے سے پہلے تابش کے سامنے دم توڑنا چاہتی تھی۔دونوں کی نظریں ملی آنکھوں میں ان کہی کہانی تھی۔

عروش کے لب دھیمی سے مسکرائے۔وہ سچ میں اس کے سامنے تھا اس کا کوئی خواب نہیں تھا.

اسے دیکھتے دیکھتے، لب پر کلمے کا ورد کرتی اس کی آنکھیں بند ہو گی تھی.

جیسے جیسے اس کی آنکھیں بند ہو رہی تھی ویسے ہی کسی کی ڈھرکنیں رک سی رہی تھی۔

تابش کی آنکھوں سے بھی اشک گالوں تک بہے۔ہاں وہ رو رہا تھا صرف ایک شخص کے لیے جو اس کے سامنے اس سے بچھڑ رہی تھی۔وہ اس کی عزت کی خاطر ایک قدم بھی آگے نہیں بھرا پایا تھا۔

جب اسے ایمبولینس کے لیے لیجایا جا رہا تھا تو تابش کے ہاتھوں کے ساتھ اس کا ہاتھ مس ہوا یہ پہلا اور آخری لمس تھا جیسے تابش مرزا نے عروش مغل کا محسوس کیا تھا.

ہاتھ پر ہوتی نظر اس کی بریسلٹ میں آن پڑی یہ وہی بریسلٹ تھی جو اس نے پسند کی تھی۔

بریسلٹ خود حق دار تک پہنچ گئی تھی.

اسی ہسپتال میں عروش کو لایا گیا جہاں حسن ایڈمٹ تھا۔ڈاکٹر کے الفاظ تابش نے

بھی سنے اسے اپنی سماعتوں میں یقین نہیں آیا. ایک امید تھی شاید وہ بچ جائے مگر نہیں۔

ایک نگاہ اس کی فیملی میں ڈالی جس میں مسز حیدر، حیدر صاحب کو وہ پہلے سے ہی جانتا تھا. اور دوسری وہ آواز سنی تھی جو عروش مغل کو منع کر رہی تھی کہ مہمانوں کے بارے میں ایسا نہیں بولتے.

ماما عروش مجھے کیسے چھوڑ کر جا سکتی ہیں. وہ رونا، سسکیاں، تڑپ، بچھڑنا.

سب تابش سے دیکھا نہیں گیا وہ ہسپتال چھوڑ کر باہر کہی دور نکال پڑا تھا۔ جہاں وہ سکون سے رو سکے۔

اونچی اونچی آواز میں چیخنے کے بعد وہ آوازیں اس کے کانوں میں گونجی۔ اسے کھو کر روئے گا.

لاحاصل عشق ہو جائے گا.

وہ عروش مغل کو کبھی نہیں دیکھ سکے گا. وہ اس سے تاحیات کے لیے بچھڑ گئی تھی.

اس نے اس نے سچے دل سے وفا نبھائی تھی۔

عجیب سما تھا جو بیٹی خود اپنے قدموں میں اسلام آباد داخل ہوئی تھی وہ واپس خود نہیں آئے گی۔

جوان بیٹی کی جنازے کو کندھا اس کے بوڑھے باپ نے دیا تھا۔ مسز حیدر پتا نہیں کتنی دفعہ بے ہوش ہو چکی تھی. اس کا یوں چلے جانا کوئی خواب لگ رہا تھا. کہ وہ کہی سے آ کر ان کے گلے سے لگ جائے گی.

ان کی ممتا کو تسکین مل جائے گی مگر نہیں وہ تو اس فانی دنیا کو چھوڑ کر ہمیشہ کے لیے جا چکی تھی. ایسی دنیا میں جہاں سے کبھی کوئی نہیں واپس آتا۔

حیدر صاحب اپنی جان کے ٹکڑے کو دفنا کر جب واپس آئے تو وہ زندہ نہیں تھے ان کی جان تو ان کی بیٹی کے ساتھ اس ویرانے میں کھو سی گئ تھی.

صرف سانسیں چل رہی تھی۔

ایک پل میں ہنستا کھیلتا گھر ویران ہو گیا ساری خوشیاں روٹھ سی گئی۔آج تو اس کا ولیمہ تھا سارے ارمان ڈھرے کے ڈھرے رہ گئے۔

روتی سسکتی نازو دونوں کا یہ حال دیکھ کر تڑپ سی گئی کیسے وہ خود عرو کی جگہ مر کر انہیں ان کی بیٹی لا کر دے دے۔

عروش کو گزرے ایک ہفتہ ہو گیا تھا. زندگی معمول کے مطابق گزر رہی تھی مگر حیدر ہاؤس والوں کے لیے رک سی گئی تھی. کوئی ان سے پوچھتا پل بھر میں کیسے زندگی بدلتی ہے.

حیدر صاحب خاموش سے ہو گئے تھے زندگی رک سی گئی تھی صرف عروش کی یادیں رہ گئی تھی وہ نہیں تھی نہ ہی اس نے واپس آنا تھا.

مسز حیدر بھی خاموش سی ہو گی تھی نہ کھانے، پینے کسی کام کا کوئی ہوش ہی نہیں تھا.

نازو پورے ایک مہینے بعد عرو کے کمرے میں آئی تھی ہر چیز ویسے کی ویسے ہی تھی

صرف ایک چیز کی کمی تھی جس کا کوئی بھی متبادل نہیں تھا.

وہ کرسی، وہ میز، جس میں گھنٹوں بیٹھ کر وہ ناولز لکھتی تھی چیز ویسے کی ویسے ہی

تھی.

سنگار میز کے آگے ساری چیزیں بھی ویسے ہی پڑی تھی اب کبھی ان چیزوں کو کوئی

یوز نہیں کرے گا.

عرو میں تو اس گھر سے جا رہی ہو تو اس لیے اب تم سے ایک وعدہ لینا ہے کہ اب

سے نو انکل، آنٹی.

اب سے تم ان دونوں کو ماما، پاپا کہوں گی۔ اور ان کا خیال بھی ویسے ہی رکھوں گی.

کبھی بھی ان کی آنکھوں میں آنسو نہیں آنے دو گی۔

عرو یہ مجھ سے نہیں ہو گا۔ نازو میں اپنی شادی کا تحفہ اپنی بہن سے مانگ رہی ہو اور

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

تم مجھے منع نہیں کر سکتی۔ عرو کا لٹکا ہوا منہ دیکھ کر نازو نے ہاں کر دی

ان گنت آوازیں اس کے کانوں میں گونج رہی تھی جس سے بچنے کے لیے اس نے دونوں ہاتھ اپنے کانوں میں رکھے وہ ان آوازوں کو نہیں سننا چاہتی تھی.

روتے روتے زمین میں بیٹھ گئ کتنی دیر آنسوؤں بہتی رہی ایسا بھی کیا درد، تکلیف تھی جس کی وجہ سے عرو کو بریک ڈاؤن ہوا تھا. ان گنت سوالات کے جوابات چھوڑ گی تھی.

کچھ یاد آنے میں نازو اٹھی اور ڈرا میں سے ایک ڈائری نکالی جو اس نے عرو کو گفٹ کی تھی جس میں عرو آج کل لکھا کرتی تھی. آگے پیچھے صفحات کرتی نظر ایک جگہ رک گئ.

ایک نظر کرسی کو دیکھا، ڈائری پکڑتی بیڈ کے ساتھ بیٹھ کر پڑھنے لگی. جیسے جیسے وہ ڈائری پڑھ رہی تھی. اس طرح ہی آنکھوں سے آنسوؤں کی رفتار بھی تیز ہو گی تھی.

اے محبت تیرے انجام میں رونا آگیا. اس میں ہر جگہ عروش، تابش کا نام درج دیا. جو وہ کہانی نازو کو سنتی تھی جس میں نازو دل کھول کر ہنسی تھی وہ کوئی کہانی نہیں بلکہ عروش مغل کی زندگی کی کہانی تھی.

اسے ایسا لگ رہا تھا کہ وہ ان کرداروں میں نہیں بلکہ عروش پر ہنس رہی تھی. جب وہ ہنستی تھی تو عرو کے چہرے میں ایک درد بھری مسکراہٹ ہوتی تھی آج وہ اس درد بھری مسکراہٹ کی وجہ جان سکی تھی.

آج اسے احساس ہوا وہ کتنے درد، تکلیف میں تھی۔ آخر میں کچھ وعدے لیے گئے تھے نازو سے اپنی آخری خواہش کا ذکر کیا گیا تھا. اب نازو کو وہ وعدہ مرتے دم تک نبھانا تھا.

اس کمرے میں مزید رکنا مشکل ہو گیا تھا. ہر طرف نازو کی ہنسی کی آواز گونج رہی تھی کہ وہ عرو پر ہنس رہی ہے اس کا مذاق اڑا رہی ہے. لڑکھڑاتے قدموں کے ساتھ، دیوار کا سہارا، لیتی اپنے کمرے میں آئی.

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔وہ عرو کی اچھی دوست نہ بن سکی

بہن نہ بن سکی.

وہ تو یہ دعوا کرتی تھی کہ عرو کی دل کی ہر بات جانتی ہے مگر نہیں وہ تو کچھ بھی نہیں

جان سکی صرف اس کی جھوٹی مسکراہٹوں کو ہی سچ مان بیٹھی.

عرو نے ہر رشتہ ایماندار سے نبھایا پر وہ کچھ بھی نہیں کر سکتی.کاش اگر وہ اسے سچ بتا

دیتی تو اس وقت حالات مختلف ہوتے.کاش وہ زندہ ہوتی.

کاش وہ جان سکتی اس کے دل کا حال.

آج صحیح مانوں میں اس کی جدائی کا درد ہو رہا تھا.وہ تو عرو کے بغیر کچھ بھی نہیں تھی

۔اس کی آنکھ میں ہر رنگ صرف عرو کی وجہ سے تھا.اس کی زندگی کی ہر بہار عرو

کے دم سے تھی.

وہ واپس اندھیروں میں چلی گئی تھی۔زندگی کے ہر رنگ ختم ہو گئے تھے.اسے جینا

تھا اپنی فیملی کے لیے مسز حیدر،حیدر صاحب کے لیے۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

****

پچھلے ایک مہینے سے اس کی زندگی ویران ہو گی تھی. جس کی زندگی روشینوں سے شروع ہوتی تھی اب صرف اندھیرا ہی اندھیرا رہ گیا تھا.

کمرے میں فل اندھیرا تھا۔بیڈ کی کراون سے ٹیک لگائے ہاتھ میں موبائل لیے وہ پتانہیں کتنی بار اس کی چیٹ ،ناولز کو پڑھ چکا تھا۔

کمرے کے ہر سو اس کی یادیں بسی ہوئی تھی. سارے کمرے میں جہاں سگریٹ کا دھواں تھا وہاں کسی کہ یادوں نے بھی قبضہ کیا تھا.

اسے آخری بار جانا چاہیے تھا اسے لاہور جانا چاہیے تھا. ایک پچھتاوا

ایک درد

اس بابے کی آواز اس کے کانوں میں گونج رہی تھی

کہ اسے کھو کر پچھتائے گا.

اس کو کھو کر روئے گا.

وہ رو ہی تو رہ تھا وہ تڑپ تو رہ تھا.

اس کے لیے جیسے اس نے کھو دیا تھا.

پورے تین مہینے بعد تابی ایک فیصلے میں پہنچا. اسے اب کچھ فیصلہ کرنا تھا. صبح ہر قیمت پر اسے لاہور کسی اہم کام کے لیے جانا تھا. دل پر پتھر رکھتا ایک فیصلہ کیا.

اس بار وہ اس سفر میں مسز امجد اور امجد صاحب کے ساتھ موجود تھا. لاہور اب پہلے جیسا نہیں تھا صرف ایک کے جانے سے سب ویران ہو گیا تھا. وہاں کی ہوا میں آج وہ بات نہیں تھی.

کار حیدر صاحب کے گھر کے آگے رکی. بہت سی یادوں نے اس کا پیچھا کیا. پراٹھے، بریسلٹ، ایڈمن ہر آواز اس کی سماعت سے ٹکرا رہی تھی. اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ واپس پلٹ جائے مگر نہیں اسے اندر جانا تھا.

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

جہاں کچھ مہینے پہلے خوشی سے آیا تھا آج اس مقام پر کس تکلیف اور درد سے آیا ہے یہ صرف وہی جانتا تھا۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ تقدیر اسے اس در میں لے کر آئے گئی۔

اندر داخل ہوتے ایک نگاہ اس جگہ پڑی جہاں اسے ڈھیروں باتیں یاد آئی۔

حیدر صاحب نے انہیں ڈرائنگ روم میں بیٹھایا۔ تابش کا یوں آنا انہیں کچھ عجیب سا لگا۔ اندر بیٹھاتے سلام دعا کی۔ اتنی دیر میں مسز حیدر بھی آ گی۔

بات چیت کے بعد مسز امجد نے انہیں اپنے آنے کی وجہ بتائی۔ ہم آپ کی بیٹی نازلی کا رشتہ اپنے بیٹے تابش کے لیے مانگنے آئے ہیں مسز امجد نے بہت آسانی سے یہ بات کر دی تھی مگر کسی اور کی سماعتوں سے بھی یہ الفاظ ٹکرائے تھے۔

اسے اپنے کانوں میں یقین ہی نہیں ہو رہا تھا کاش وقت بدل جاتا۔ وہ آتا مگر اس کے لیے نہیں عرو کے لیے۔ وہاں سے ہی واپس کچن میں پلٹ گئی۔ نازو، میں ان نمونوں سے نہیں ملنے جاؤ گی اور تم بھی نہیں جانا، ہم کچن میں ہی رہے گئے فضول میں

آ گے ہیں.

ڈھیروں آنسو آنکھوں میں آئے کسی کی موجودگی کو نوٹ کرتی جلدی سے آنسووں صاف کیے، ماما میں چائے لے کر ہی آ رہی تھی مسز حیدر کو دیکھے بغیر کہا۔

آنسو تو مسز حیدر کے چہرے میں بھی تھے ایک بیٹی کو وہ کھو چکے تھے اب دوسری کو بھی رخصت کرنا تھا. چائے لیتی مسز حیدر کے ساتھ وہ اندر داخل ہوئی.

دونوں کی نگاہیں ملی آنکھوں میں ڈھیروں سوالات تھے تابش کو اس مقام میں دیکھنے کی ساری خواہش اور دعائیں عرو نے مانگی تھی کاش وقت پیچھے چلا جاتا کاش وہ یہاں عرو کے لیے آیا ہوتا۔

اسے عرو دیکھ کر کتنا خوش ہوتی. اسے اپنی مانگی ہوئی ہر دعا پر یقین آ جاتا. پر نہیں اب حقیقت کچھ اور تھی.

عرو کبھی بھی واپس نہیں آئے گی. عرو کا سوچتے نازو کی آنکھیں بھیگ گئی۔ جانے سے پہلے مسز امجد نازو کے ہاتھ میں رنگ پہنا کر چلی گئی. وہ اب عرو کے درد کو جانا

۔وہ ہر پل کس اذیت. درد میں مبتلا تھی.

کاش عرو کی جگہ وہ سب کو چھوڑ جاتی. اس کا تو اس دنیا میں ہے بھی کوئی نہیں تھا. مگر نہیں وہ غلط تھی یہ تینوں تو اس کی فیملی سے بھر کر تھے۔

آج اسے وہ بات شدت سے یاد آئی جب کسی شخص نے کہہ تھا کہ عروش مغل ایک لاعلاج مرض میں مبتلا ہو جائے گی۔

وہ لاعلاج مرض کوئی اور نہیں عشق تھا جو عروش مغل کو دیمک کی طرح کھا کر ختم کر چکا تھا۔

وہ کبھی واپس نہیں آئے گی. صرف ایک شخص کی وجہ سے اتنے مخلص رشتوں کو چھوڑ کر چلی گئی۔

اسے نہیں پتا تھا کہ ہم سب کیسے اس کے بغیر جیے گے۔ صرف رونے کے سوااب ان کے پاس کچھ نہیں تھا اتنے آنسو کو نازو نے اپنے ماں، باپ کے لیے نہیں بہے تھے

جتنے اس نے عرو کے لیے بہائے تھے۔وہ اس کی جان تھی۔جان سے جدا ہو کر بھی کوئی کیسے جی سکتا ہے.

وہ کیسے جیے گی اس کے بنا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

وہ کیسے تابش مرزا کو معاف کرئے گی. وہ تو مجرم ہے۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

آج وہ دن بھی آگیا جب عرو کی طرح آج نازو کو بھی لاہور کوالوادع کر کے تابش کے ساتھ ایک نئ دنیا بسانی تھی. نکاح کی رسم سادگی سی طہ پائی. جب سب کہ دل ہی ویران تھے تو شور شرابہ کرنے کا کیا فائدہ.

www.novelsclubb.com

ماما اب تو مان جائے۔جب سے تابی نے مانگنی کی رنگ اتاری تھی اور اپنی چاہت کا اظہار کیا تھا کہ وہ لاہور نازلی سے شادی کرنا چاہتا ہے تب سے مسز امجد تابی سے بات بھی نہیں کر رہی تھی.

اگر ماں کا اتنا ہی احساس ہوتا تو کبھی میرا فیصلہ رد نہیں کرتے. مسز امجد اتنا کہتی

شادی کا سامان گاڑی میں رکھوانے چلی گئ.

تابی اگر وہ ہی پسند تھی تو یہ سب ڈرامہ کرنے کی کیا ضرورت ہمیں تو ایک بار بتا دیتا ۔ہم بھی اپنی بھابھی سے مل لیتے۔کب ہوئی تھی پہلی ملاقات حسن سے سوالات کی بوچھاڑ کر دی۔

مزمل نے بھی بھرپور حسن کا ساتھ دیا۔دونوں کو اگنور کرتا باہر ہال کی جانب آیا. جہاں سب جانے کے لیے تیار تھے ایک نگاہ تمنا کو دیکھا جو اپنے آنسو صاف کرنے میں مصروف تھی.

اسے اس کے درد،تکلیف کا احساس تھا اس وقت وہ کس کرب،درد سے گزر رہا تھا وہ بیان بھی نہیں کر سکتا تھا اس نے اپنی محبت،چاہت،عشق کو کھو دیا تھا اپنی آنکھوں کے سامنے اسے مارتا ہوا دیکھا تھا مگر وہ کچھ بھی نہیں کر سکا تھا. وہ اس وقت اپنے آپ کو دنیا کا مجبور ترین انسان محسوس کر رہا تھا.

اگر تمھیں میں اپنا درد بتاؤں تو تم اپنا درد بھول جاؤ گی ایک نگاہ اسے دیکھتا باہر کو چلا

گیا.

تمنا کو اس وقت نازلی کی قسمت میں رشک ہو رہا تھا کیسے وہ پہلی بار اپنی ماں کے مقابل صرف نازلی کے لیے کھڑا، ہوا ہے.

لاہور کا سفر حسن کو کسی کی یاد ڈالا رہا تھا ایک آس تھی کاش اس سے ملاقات ہو جائے،

آج اتنے دنوں بعد وہ اس کمرے میں آئی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔دروازے کھولتے ساتھ ہی ڈھیر ساری خوشگوار یادوں نے اس کا استقبال کیا

کچھ پل دروازے میں کھڑی آنکھوں میں ڈھیروں آنسو لیے سامنے وال میں اتنی ساری پکس کو دیکھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کسی کا ساتھ پل بھر میں چھوٹ گیا تھا

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

پھر سنگار میز کے سامنے آئی کمرے کی طرح، سنگار میز کے سامنے بھی ہر چیز ویسے کی ویسے ہی تھی.

ایک نگاہ بھی اس نے خود پر نہیں ڈالی تھی۔سب

بے سود تھا

بے کار تھا

دل خون کے آنسو رو رہا تھا

ہر چیز میں عرو کی چھاپ دیکھائی دے رہی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایک نگاہ اٹھا کر اپنا حالیہ دیکھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔آج اس کا نکاح تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

وہ پوری کی پوری سجی سنوری تھی۔سرخ لہنگا، گولڈن کام، سر تا پاؤں سجی ایک نگاہ خود کو دیکھتی رہ گی۔

کچھ یاد آنے میں آنسوں تیزی سے گالوں میں بہنے لگ گے ایک نگاہ اپنے ہاتھوں میں ڈالی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

جہاں مہندی اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ اپنی چھاپ چھوڑ گئی تھی.

وہ صرف خاموش تماشائی بنی اپنی تقدیر کے فیصلے کو مان رہی تھی۔آج آخری بار وہ

عرو کے کمرے میں آنا چاہتی تھی----------لب خاموش تھی

------------آنکھیں دل کا حال بیان کر رہی تھی

نکاح شروع کیا گیا. مولوی صاحب اتنی بار پوچھ کر خاموش

ہو گئے.---------------مسز حیدر نے اسے ہلایا------------

قلم تھامے اس کی دل کی ڈھرکن مانوں بند ہو رہی تھی.

ہاتھ منجمند تھے------------پورا وجود برف کی طرح ٹھنڈا پڑ گیا تھا

----------------ساری ہمت اکھٹی کرتی---------آنکھیں موندی

------عرو کا چہرہ اس کی آنکھوں کے سامنے آیا---------اس چہرے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

سے تو دل و جان سے الفت تھی اسے.

گہرا سانس لیتی۔۔۔۔۔۔۔نم آنکھوں سے، کانپتے ہاتھوں سے دستخط کرتی

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔پھوٹ پھوٹ کر رو دی

وہ قافلہ تیری بستی میں رات کیا ٹھہرا

ہر ایک کو اپنے پسندیدہ خواب آ رہے تھے

بغیر پوچھے بیاہے گئے ہم دونوں

قبول کہتے ہوئے ہونٹ تھر تھرا رہے تھے۔

وہاں موجود ہر ایک کی آنکھیں نم تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔سب بے بس تھے۔

تابش کا حال بھی نازو سے مختلف نہیں تھا۔ عروش کی جب سانس تھامی وہ منظر اس کی آنکھوں کے سامنے گھوم رہا تھا. وہ یہاں صرف اس کے لیے آنا چاہتا تھا مگر نہیں اس نے بہت دیر کر دی. وہ جا چکی تھی واپس نہ آنے کے لیے۔

نکاح کی رسم کی گی. حسن جو واپس پلٹ رہا تھا جانی پہچانی آواز سن کر خوشی سے پیچھے

مڑا۔ جس خوشی سے مڑا تھا اب اس کے چہرے میں درد، کرب کے اثرات تھے.

وہ آواز جس نے اسے اتنا بے چین رکھا ہوا تھا وہ کسی اور کی نہیں تابش کی بیوی نازلی کی تھی. اس نے جس لڑکی تو دیکھا تھا وہ نازلی تھی.

آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا چھا گیا. وہ اب دوبارہ نظریں اٹھا بھی نہ سکا. واپس بس کی جانب پلٹ گیا.

لاہور آتے وقت جس بس میں شور شرابہ تھا اب وہاں صرف خاموشی تھی۔

حسن اپنی ناکام محبت کا ماتم منا رہا تھا. کہ اب اسے اس سے تابش کی بیوی کی حیثیت سے ملنا ہو گا۔

ایک تم ہی نہیں ملی ورنہ شہر لاہور سے کیا کچھ نہیں ملتا نازلی

لب سے آخری بار نازلی کا نام ادا کیا.

تمنا اپنی ہاتھوں کی لکیروں کو دیکھ رہی تھی اس کے ہاتھوں سے چھین کر وہ شخص

نازلی کو دیا گیا.

تابش اور نازلی دونوں کے دماغ میں صرف ایک ہی نام چھایا ہوا تھا عروش مغل۔

رات تین بجے وہ اسلام آباد پہنچے. حسن باہر سے ہی چلا گیا تھا اس کے اندر اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ اندر جا سکے۔

نازلی کو مسز امجد، تابش کے کمرے میں بیٹھا کر چلی گئی تھی۔ان گنت سوالات نازلی کے دماغ میں گھوم رہے تھے جس کا جواب صرف ایک ہی شخص کے پاس موجود تھا

کیوں اس نے یہ شادی کی.

کیوں وہ واپس لاہور پلٹا.

وہ تو قاتل تھا عروش مغل کا۔تو کیوں میں اس کے ساتھ ہوں

اندر سے آواز آئی کہ وہ کیسے قاتل ہو سکتا ہے وہ تو دور رہ کر بھی اس تک آنے کی کوشش کی. کہی نہ کہی نازلی تم اس کی موت کے ذمہ دار ہو تم تو پاس ہو کر بھی اس

www.novelsclubb.com

کے دل کو نہ پڑھ سکی.

اس کے خاموش لب کو نہ دیکھ سکی.

اس کی ویران آنکھوں کو نہ آباد کر سکی۔

اس نے تو ہر ممکن کوشش کی تھی نازو کہ تم ہمیشہ خوش رہو مگر نازو تم عرو کے

سب سے زیادہ قریب ہو کر بھی اسے جاننے میں ناکام رہی۔

ان آوازوں سے وہ پچھلے ایک سال سے پیچھا چھوڑوانہ چاہتی تھی مگر ناکام۔

آنکھوں میں آنسو لیے سامنے دیکھا جہاں تابش مرزا اس کے پاس بیٹھا تھا وہ کب آیا

اس کا نازلی کو پتا نہیں چلا تھا وہ عرو کی یادوں میں اتنا مدہوش تھی.

آپ سے شادی کرنے کی صرف ایک ہی وجہ ہے. کہ میں ہر اس چیز کو سنبھال کر

رکھنا چاہتا ہوں جس سے عروش نے خود سے بھی زیادہ محبت کی.

یا پھر اس لیے آپ سے شادی کی تا کہ ہر وقت عروش کی موجودگی کا احساس رہے۔

یا شاید اس لیے کہ میں مزید اس کے بارے میں جان سکوں۔

www.novelsclubb.com

پر یہ وعدہ ضرور کرتا ہوں کہ آج کے بعد آپ کی آنکھوں میں کبھی بھی آنسوؤں نہیں آنے دوں گا۔وہ ہمیشہ ہمارے دلوں میں زندہ رہے گی.

آج کی رات دونوں جی بھر کر کسی تیسرے کو یاد کرتے روئے،

ماما پاپا کہاں ہیں؟چار سالہ بچی عرو، نازو سے سوال کر رہی تھی۔کپڑے پرس کرتے نازو کے ہاتھ تھام گئے۔آنکھوں میں ڈھیروں نمی چھا گئی آج کا دن وہ نہ چاہ کر بھی پچھلے اتنے سالوں سے نہیں بھلا پائی تھی.

آج عروش مغل اس سے جدا ہوئی تھی.

اس کی روح آج کے دن ہی اس سے جدا ہوئی تھی.

نازلی نے آنسوؤں واپس حلق میں اتارے بیٹا پاپا سٹڈی روم میں ہیں. عرو کو جواب دیتی واپس اپنے کام میں لگ گئی آج کا دن کسی کی جدائی کا دن تھا۔

کیسی کی محبت کی کہانی کے اختتام کا دن۔

آج بھی وہ دن یاد کرتے پھر سے آنسو بہنے لگ گئے۔

میری یادوں سے جب تمہاری آزادی ہو جائے

جس دن تمہاری شادی کسی اور سے ہو جائے

میری محبت کا یوں حق ادا کرنا

اپنی بیٹی کو میرا نام دینا

ختم شدہ

آخری صفحہ پڑھتے تابش کے لب دھیمے سے مسکرائے۔اس نے عرو کی محبت کا حق ادا کیا تھا

مگر اس ڈائری کے آخری صفحات وہ نہیں تھے بلکہ وہ تھے جو نازلی نے پھاڑ دیے تھے.

وہ راز نازلی اور عرو کے درمیان ہی تھا۔

عرو چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی سٹڈی روم کی طرف بھری جب اس کے پاپا کہی

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

نظر نہیں آتے تھے وہ وہاں ہی ہوتے تھے.

سٹڈی روم میں فل اندھیرا چھایا ہوا تھا پتا نہیں کتنے عرصے سے اس سے روشنیوں کو خیر آباد کرتا اندھیرے میں جا بسا تھا اس کا دل ویران ہو گیا تھا۔

آج کا دن۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ڈھیر آنسوؤں کی زینت ہوتا تھا۔وہ نہیں بول سکا تھا وہ سب چار سال پہلے والے حادثے نے بس کچھ بدل دیا تھا۔

کمرے کا دروازے کھولنے کی آواز میں اس نے ڈھیروں آنسوؤں کو صاف کیا۔

ہاتھ میں موجود بلیک ڈائری کو بند کیا جیسے پڑھتے پتا نہیں وہ کس جہاں میں چلا جاتا تھا ۔وہ لڑکی اسے کوئی اور دنیا میں لے جاتی تھی۔

اس کی دنیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اس کی مکمل دنیا

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جہاں وہ مسکراتی تھی

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔محبت کے خواب پرویا کرتی تھی

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔محبت کی انوکھی داستان

پاپا آپ یہاں کیا کر رہے ہیں ؟ اپنے ننھے ہاتھوں سے ڈائری سائیڈ میں رکھتی خود گود میں آکر بیٹھ گی۔ اس کی معصوم حرکتوں اور باتوں نے تو اسے جینا سیکھایا تھا

۔

پاپا ہم نے کل لاہور جانا ہے۔ لاہور کا نام سن کر اس وجود کا دل زور سے ڈھرکا جیسے بند ہو جائے گا۔ پتا نہیں کیا کیا کچھ یاد آیا لفظ لاہور کا نام سن کر۔ وہ کچھ نہیں بولا تھا۔ ملنے کی آس ابھی بھی باقی تھی وہ پانچ سال پہلے لاہور گیا تھا

اس کے بعد اس سرزمین میں قدم ہی نہیں رکھا گیا تھا کیسے وہ لاہور جاتا؟

پھر سے آنسو بہنے لگ گئے ماضی، یادیں کچھ بھی نہیں بھلا تھا وہ

www.novelsclubb.com

****

مسز امجد اور امجد صاحب انہیں لاہور روانہ کرتے واپس اپنی کاموں میں مصروف ہو گئے. انہیں کیا پتا اس بار تابی لاہور کسی سے ملنے جا رہا ہے۔ وہ جو اس کے ملنے کی آس میں اس دنیا جہاں کو چھوڑ کر چلی گئی تھی.

نازلی کے کہنے میں تابش نے حامی بھری تھی کہ وہ ایک بار لازمی اس کی قبر میں جائے گا۔ پتا نہیں کب سے وہ اس آس پر ہو گی۔

آج صرف تابش اور نازلی نہیں بلکہ وہ عرو کو اس کی ڈبلیکیٹ عروش مرزا سے بھی ملوانا تھا. جس کی وجہ سے پھر سے نازلی کی زندگی میں بہاریں لوٹ آئی تھی۔

ہر خزاں کا موسم بہار میں تبدیل ہو گئی تھی۔ عروش نام ہی نہیں بلکہ دو دفعہ نازلی کو زندگی جینے کی وجہ ملی تھی اس نام سے۔

پہلے جب حیدر انکل اسے اس گھر میں لائے تب اس نے دن رات صرف ایک ہی نام سنا تھا اس نام نے اسے جینا سیکھایا. چھوٹی ہو کر بھی وہ ہمیشہ بڑی بن کر اس کے آگے پیچھے رہتی.

اب عروش مرزا کی صورت میں اس دوبارہ جینے کی وجہ ملی اس نے واپس نازلی اور تابش کو زندگی کی طرف لوٹایا تھا۔ جو مسکراہٹ پہلے کھو کھلی ہوتی تھی اب وہ دونوں عروش مرزا کے سنگ دل سے مسکراتے تھے۔

www.novelsclubb.com

لاہور آگیا. ایک بار پھر ماضی کی ہر یاد آنکھوں کے سامنے فلم کی طرح چلنے لگی۔ وہ ان یادوں سے اتنے سالوں سے فرار حاصل کرنا چاہتا تھا مگر نہیں وہ کیسے ان یادوں سے فرار حاصل کرتا وہ یادیں تو اس کی زندگی کا کل سرمایہ تھی۔

جن کو یاد کرتا شب و روز گزارتا۔ قبرستان جانے سے پہلے پھولوں والی شاپ کے سامنے روکا. ہمت کرتا قدم آگے بھرائے. نازلی نے ایک نگاہ تابش میں ڈالی.

جو پتا نہیں کس ضبط کا مظاہرہ پیش کر رہا تھا. سر بوکے چاہیے. دکان دار کے کہنے میں اسے کچھ یاد آیا.

جب کبھی تم میری قبر میں آؤ تو ڈھیر سارے گلاب کبھی مت لانا صرف دو سرخ تروتازہ گلاب لے کر آنا. میں نے جب بھی خود کو لکھا ہے ہمیشہ ہم لکھا ہے۔

میں نے کبھی بھی تمہیں خود سے جدا نہیں کیا۔ تم ہر احساس، ہر وقت میرے آس پاس موجود رہتے تھے.

بوکے کا آرڈر کینسل کرتا دو گلاب کے پھول لیے۔ کار کے پاس آتا نازلی اور عروش

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کو کار سے نکالنے کا اشارہ کرتا ان دونوں کے سنگ قبرستان میں قدم رکھا۔

کس کو معلوم تھا کہ تابش مرزا کی پہلی ملاقات عروش مغل سے جب ہو گی تب وہ

اس دنیا کو چھوڑ کر جا رہی ہو گی۔

اور دوسری ملاقات کرنے اسے خود اس کے پاس آنا ہو گا.

ایک قبر کے پاس رو کے سامنے تختی میں عروش مغل کے ساتھ محروم درج تھا۔

کچھ پل دیکھتا رہا وہ اس قبر کو۔

اس کے کانوں میں عرو کی آوازیں، الفاظ آنکھوں کے سامنے آ رہے تھے۔

ایڈمن-----------------------

www.novelsclubb.com

ماما یہ خالہ ہیں؟ نازلی نے ہاں میں سر ہلایا. خالہ بھی اور میری بیٹی کی بڑی ماما بھی.

خود فاتحہ پڑھنے لگ گئی۔تابش کے لب تو جیسے سیل سے گئے تھے اس نے نہیں سوچا

تھا کہ عروش مغل سے یوں بھی ملاقات ہو سکتی ہے.

بس اس نے جانے میں بہت لیٹ کر دی کاش وہ کچھ منٹ پہلے آ سکتا اسے بتا سکتا کہ وہ اس کے لیے کتنی اہم ہے۔

آنسو پلکوں کی حدود توڑتے گالوں میں بہہ گئے۔ کتنی دیر وہ یہاں ہی بیٹھے رہے.

آنکھوں کے سامنے اس کے الفاظ گھوم رہے تھے۔

میں کوئی حیا نہیں جیسے جہاں مل جاتا

نہ ہی میں کوئی امامہ ہوں جیسے سالار مل جاتا.

نہ ہی میں رمل تھی جیسے رخشان کا ساتھ مل جاتا.

میں تو امرحہ تھی جیسے سب سے بچھڑنا تھا۔

میں تو زویا تھی جیسے یہ دنیا چھوڑ کر جانی تھی۔

عروش مرزا کے کہنے میں وہ واپس مرے ہوئے قدموں سے پلٹے۔

عروزندہ تھی ہر باپ کے مان میں

عروزندہ تھی ہر ماں کی تربیت میں۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

عروزندہ تھی نازو کے وعدے میں

عروزندہ تھی تابش کے دل میں

عروزندہ تھی عروش تابش کی ہر حرکتوں، باتوں میں.

اسے کسی نے اپنے دل سے رخصت نہیں کیا تھا۔

عروکا لگایا ہوا محبت سے بھرا باغیچہ جیسے روز نازلی اس کی یادوں سے پانی دیتی تھی.

ایک بھی پھول اس نے مرجھانے نہیں دیا تھا.

روز تابش سے اس کی باتیں کرنا. جب تابش تھک ہار کر روتا اسے نازلی کندھا مہیا کرتے۔

وہ ہر ایک دل میں آباد تھی۔ نازلی وہ واحد لڑکی تھی جو اپنے شوہر کے منہ سے کسی اور کا نام سن کر جلس ہونے کی بجائے لڑنے کی بجائے اس کا درد اس کے ساتھ مل کر بانٹتی۔

اے حبت مجھے تیرے نام میں رونا آگیا۔

سچ ہی نازلی کو رونا ہی آگیا تھا عرو کی محبت کی اس داستان پر۔

آج نازلی اتنی سالوں بعد اس کمرے میں آئی تھی۔ سب ویسے کا ویسا ہی تھا جیسے عرو چھوڑ کر گئی تھی. کوئی بھی چیز آگے پیچھے نہیں ہوئی تھی روز کمرے کی صفائی مسز حیدر کرواتی۔ یہ یادیں، یہ کمرہ ہی تو ان کے پاس عروش کی یادوں میں سے تھا.

مسز حیدر، حیدر صاحب کے پاس اب اس گھر میں ایک عروش کی یادیں کو بچی تھی جسے یاد کرتے وہ ہنستے، اور دونوں روتے تھے۔ جب نازو اس گھر میں آتی تو عروش تابش، نازو کی وجہ سے یہ گھر گھر لگتا ورنہ ویران ہی تھا.

وہ دونوں آکر اسے آباد کرتی. ان سالوں میں وہ اتنی بار حیدر ہاؤس آئی تھی مگر کبھی عرو کے کمرے میں نہیں گی تھی.

آج عروش تابش اسے زبردستی اس کمرے میں لے کر آئی تھی. ماما یہ سب اتنی پیاری چیزیں کس کی ہے؟ عروش تابش کو عرو کی طرح ہی ان سب چیزوں کا بہت

زیادہ شوق تھا مگر نازو کو بالکل نہیں تھا.

کبھی لپ اسٹک اٹھاتی، اپنے ہونٹوں میں لگاتی. برش بالوں میں کرتی، لوشن اوپن کرتی، نیل پینٹ کھولتی نازو کے پاس آئی۔ جو بیڈ میں بیٹھی پتا نہیں کس جہاں میں کھوئی ہوئی تھی.

ماما جلدی سے میرے ہینڈ میں نیل پینٹ لگادو۔ نازو کے آگے نیل پینٹ کرتی ساتھ بیٹھ گی کلر کا انتخاب بلیک تھا جو عرو کی پسند کا تھا نازو نے نیل پینٹ اس کو لگائی.

پھونک مارتی۔

www.novelsclubb.com

اوسم

کہتی نازو کو مسکرانے میں مجبور کر گئی اس کی ہر ادا، چال عرو کی شدت سے یاد ڈالتی تھی.

کمرے کے دروازے میں تابش کے لب بھی عروش کی حرکتیں دیکھ کر مسکرائے.

ایک نگاہ پورے کمرے میں ڈالی۔ پہلی بار وہ یہ کمرہ دیکھ رہا تھا۔ لاہوران سالوں

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

میں بہت کم آیا تھا نہ ہی کبھی نازو نے اسرار کیا تھا.

حیدر صاحب کے اسرار میں وہ ہمیشہ آتا۔کام کا بہانا کرتا جلد چلا بھی جاتا۔

نگاہیں سامنے وال میں لگی پکس میں جا ٹھہری وہ مسکرا رہی تھی. پر جب اس نے آخری بار اسے دیکھا تھا تو اس کے لبوں میں مسکراہٹ نہیں تھی۔

وہ اس کی مسکراہٹ چھننے کا سبب بنا.

ایک نگاہ اس کرسی، میز میں ڈالی جہاں بیٹھ کر اس نے کس کرب، درد سے محبت میں جدائی کی داستان لکھی ہو گی.

ایک نگاہ سامنے ٹیرس میں ڈالی۔جہاں سے چاند پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا اس چاند کو ہم راز بنا کر پتا نہیں اس نے کتنی راز کی باتیں کی ہوں گی.

جو صرف اس چاند اور اس کے درمیان اب کہی کھو سی گی تھی۔

ایک نگاہ اس بیڈ میں ڈالی جہاں وہ گھنٹوں بیٹھی اس کے لیے روتی تھی۔

آخری نگاہ اس کی اس بریسلٹ میں پڑی جو سنگار میز کے سامنے پڑی تھی۔سچ ہی کہہ

تھا حسن اور مزمل نے بریسلٹ جس کی تھی وہ خود اس کو مل گئی تھی.

وہ بریسلٹ وہاں کی وہاں ہی رہے گئی اس پر کبھی بھی کسی کا حق نہیں ہو گا نازلی کا بھی نہیں۔

اتنے آنسو بے مول ہوئے پر وہ اس کمرے میں ایک بھی قدم نہیں رکھے گا. اسے لگ رہا تھا جیسے اس کی سانسیں تھم سی گئی ہیں۔

دروازہ بند کرتا اس کی ہر یاد کو وہی چھوڑتا واپس اپنی زندگی کی طرف پلٹا.

آج پھر نازو وہی ڈائری پڑھ رہی تھی۔ آج اتنے سالوں بعد بھی پڑھتے ہوئے اس کی آنکھیں بھر آئی تھی۔ کبھی اس کے لفظ پڑھتی مسکراتی۔ کبھی افسردہ ہوتی۔

اے محبت تیرے انجام میں رونا آ گیا.

اے محبت تیرے نام میں رونا آ گیا۔

آخری لفظ پڑھتے پھر سے آنکھیں نم ہو گی. آخری بار وہ وعدے پڑھتے ڈائری

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

وارڈاب میں رکھتی ٹیرس کی جانب متوجہ ہوئی جہاں اس کی چھوٹی سی دنیا ایک دوسرے میں مگن تھی۔

عرو کی طرح عروش مرزا کو بھی بارش بہت پسند تھی۔ عرو کے بعد نازو نے ہر وہ چیز کو چھوڑ دیا تھا جو عرو کو پسند تھی وہ اور تابش اندھیروں میں لوٹ گئے تھے ایک دوسرے کے سنگ خوش تھے.

پر ایک خلا باقی تھی جیسے عروش مرزا نے آکر بھر دی۔ ہر وہ چیز جو عرو کو پسند تھی۔ نازو کو بھی وہی کھانے میں مجبور کیا جس کا وعدہ نازو کر چکی تھی کبھی نہیں کرے گی

۔

www.novelsclubb.com

تابش اور عروش بارش میں فٹ بال کھیل رہے تھے۔ عروش نے اونچی اونچی آوازیں دینا شروع کر دی۔

یہ آوازیں تب تک آنی تھی جب تک نازو نیچے نہ چلی جاتی. نازو باہر کی جانب آئی۔

ایک مسکراتی نگاہ مسز امجد اور امجد صاحب پر ڈالی جن کے لب اپنی کل کائنات کو

دیکھ کر مسکرا رہے تھے.

کب نازو نے مسز امجد کے دل میں گھر کیا اس بات کا اندازہ انہیں خود بھی نہیں ہوا پر اب وہ خوش تھے ان سب کو خوش دیکھ کر۔

ایک تو پتا نہیں آپ کی بیٹی کو کیا مسئلہ ہے جب دیکھو مجھے بھی بارش میں بھیگنا پڑتا ہے اس کی وجہ سے. نازو نے منہ بسوا کر تابش سے شکایت کی۔ جس کے لب نازلی کی شکایت سن کر مسکرائے۔

ان کی اس ننھی سی جان نے سب کو آگے لگا کر رکھا ہوتا تھا. سارا دن کوئی نہ کوئی شکایت تابش کے آگے پیش ہوتی اور جب وہ عروش کو ڈانٹنے لگتا وہ فوراً اسے پہلے اس کے گلے لگ کر اس کی ناراضی کو ختم کر دیتی.

ایک نظر عروش کو دیکھا جو اب اپنے دادا، دادی کے پاس جا کر ان کے ہاتھ سے سینڈوچ کھا رہی تھی.

تابش نے نازلی کے ماتھے میں بوسہ دیا دونوں کے لب مسکرائے۔ان کی ہنسی میں آج بھی کوئی زندہ تھا.

مزمل اور نازیہ کی رخصتی کچھ سال پہلے ہو چکی تھی حسن اس کی رخصتی پر بھی نہیں آسکا.اب ان کا ایک بیٹا تھا جس کے سنگ وہ بہت خوش تھے.

اتنے سالوں بعد حسن واپس لوٹا.اس نے اپنے آنے کی اطلاع صرف ایک شخص کو دی تھی. سامنے جانی پہچانی شکل دیکھ کر حسن کے لب مسکرائے.

سامنے وجود،جو غصے سے اس کی طرف آرہا تھا. تمہیں میرا نمبر کہاں سے ملا۔اور کیا میں تمہاری ڈرائیور ہوں جو مجھے بلایا ہے.

اس کی آواز سنتے حسن نے اپنے کانوں کو ہاتھ لگایا.توبہ توبہ صبر تو کرلو. میں پہلے سامان تو گاڑی میں رکھ دوں۔

چلے ڈرائیو کرے پھر میں راستے میں بات کرتا ہوں. تمنا نے غصہ سے کار کا دروازہ بند کیا حسن بھی دوسری سیٹ میں آکر بیٹھ گیا.

پورے راستے خاموشی چھائی گی. کیفے میں کار پار کرتے دونوں ہم قدم آگے بھرے. ویسے اب تک آپ نے شادی کیوں نہیں کی۔

حسن کا سوال سنتی تمنا کی آنکھوں میں نمی آئی. بے وقوفی ہے یوں کسی کو اب تک یاد کرنا جب وہ اپنی زندگی میں خوش ہے تو آپ پر بھی لازم ہے کہ آپ بھی آگے بھرے۔

جوس کے گلاس ان کے آگے موجود تھے.ایک سیپ لیتا لاپرواہی سے کہہ. تمنا کی آنکھوں میں سرخی ڈوری کیا اس لیے آپ یہ مجھے یہاں بلایا ہے فضول باتیں کرنے کے لیے۔

آپ کو کیا پتا محبت کیا ہوتی؟

آپ کو کیا پتا کسی سے بچھڑنا کیسا ہوتا ہے؟

کہنا بہت آسان ہوتا ہے جب کہ سہنا بہت مشکل۔

تمنا غصے سے کہتی بیگ شولڈ میں ڈالتی جانے کے لیے جیسے ہی کھڑی ہوئی۔ حسن کی آواز میں روکی۔ محبت جیسی بلا سے میرا بھی واسطہ پڑا۔ کمبخت جان لے کر ہی چھوڑتی ہے.

تب دیکھا اسے جب وہ کسی اپنے کے نکاح میں تھی جس پل اپنی محبت کو پہچانا اگلے پل اسے کسی اور کے نکاح میں بھی دیکھا۔

اس لیے اتنے عرصے سب سے دور رہا تاکہ وقت لگے آگے بھرنے میں اگر یہاں روکتا تو کبھی ماضی سے نہ نکل سکتا.

تمنا اس کی آواز میں بیٹھ گئی۔ جس کے چہرے میں ہر وقت مسکراہٹ تھی کون جانے اس مسکراہٹ کے پیچھے کتنا درد، کرب تھا.

حسن کی آواز میں نمی چھائی تھی جیسے باخوبی تمنا نے نوٹ کیا.

نازلی کھڑی سامنے حسن، مزمل، تابش کو دیکھ رہی تھی. جو اتنی سالوں بعد ملے تھے. حسن کے واپس آنے پر کافی چینجنگ آئی تھی تابش کی زندگی میں.

حسن کو کیا پتا کہ اس کی وجہ سے تابش نے اپنا سب کچھ کھو دیا تھا.

اور دوسری طرف تابش انجان تھا کہ انجانے میں ہی اس نے حسن سے ساری خوشیاں چھین لی تھی.

قسمت کا یہ کھیل، پہیلی جس سے سب انجان ایک دوسرے سے سب کچھ چھپا رہے تھے.

تمنا کو حسن کے سنگ خوش دیکھ کر آج صحیح مانوں میں نازلی خوش ہوئی۔ جب سے اسے تمنا کی پسند کا پتا چلا اسے تمنا کے لیے بہت افسوس ہوا مگر آج اس کا نکاح حسن سے ہو گیا تھا.

وہ دونوں بہت اچھے اور خوش لگ رہے تھے. ایک نظر تابش کو دیکھا یہ وہ فرشتہ تھا نازلی کی زندگی میں جس نے اس کا ہر پل ساتھ دیا

محبت کا تو نہیں پر جو مقام نازلی کا اس کی زندگی میں تھا وہ اس میں خوش تھی عرو کی جگہ وہ کبھی نہ تو لینا چاہتی تھی اور نہ ہی کبھی کوشش کرے گی.

آج اس کی زندگی میں پیار کرنے والے ماں، باپ، ایک پیارا سا سسرال، ایک بیٹی، اور تابش صرف عرو کی وجہ سے تھا۔

اگر عرو وہ وعدہ نہ لیتی تو شاید وہ کبھی تابش سے شادی بھی نہیں کرتی.

نازو مجھے یقین ہے کہ ایک دن تابش مرزا ضرور اس در پر آئے گا. یک طرفہ محبت میں بڑی طاقت ہوتی ہے. جب وہ اس در میں سوالی بن کر آئے تو اسے کبھی بھی اس در سے خالی ہاتھ نہ لوٹانا.

اگر وہ خالی چلا گیا تو کبھی وہ خود کا خود نہیں رہے گا. اسے اس کی زندگی تمہاری صورت میں ملے تو انکار مت کرنا۔

تم بھی میری طرح ماں، باپ کا حکم مان لینا۔

عروش حیدر مغل

اے محبت تیرے انجام پے رونا آیا

جانے کیوں آج تیرے نام پے رونا آیا

یوں کو ہر شام امیدوں میں گزار جاتی ہے

آج کچھ بات ہے جو شام پے رونا آیا۔

ختم شدہ۔

www.novelsclubb.com